ماہنامہ
خالد
ربوہ
احسان ۱۳۴۹ ہش
جون ۱۹۷۰ء

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (ارشاد المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۶ — احسان ۱۳۴۹ھش ۔ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۔ جون ۱۹۷۰ء — شمارہ ۶

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ:- محمد اسلم شاد منگلا (ایم۔ اے)

مدیر:- منصور احمد عمر (شاہد)

نائبین

صالح محمد خان (شاہد)، ملک کریم الدین (بی۔ اے)۔ انعام الحق کوثر۔ مرزا ظفر احمد
خلیل احمد مبشر (شاہد)، رانا منور احمد (بی۔ اے) عبد المحسن محمود۔

قیمت سالانہ چھ روپے ٭ قیمت فی پرچہ ۵۰ پیسے

(محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی سے شائع کیا)

ترتیب

اداریہ

دورۂ مغربی افریقہ کا اختتام

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں۔ بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴)

آجکل ربوہ میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مغربی افریقہ کے تبلیغی دورہ سے کامیاب مراجعت پر شایان شان طور سے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور اس شمارہ کے قارئین کے ہاتھوں میں پہنچنے سے قبل ہی انشاء اللہ تعالیٰ حضور ایدہ اللہ کا ورودِ مسعود ربوہ میں ہو چکا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا عبارت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دورہ کی اہمیت کا جہاں ہم اندازہ لگا سکتے ہیں وہاں ہم اس بات کے متعلق بھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ یہ دورہ ہم پر کیا ذمہ داریاں لاتا ہے۔

آج قوموں کی اصلاح کا کام خدا تعالیٰ نے صرف اور صرف جماعت احمدیہ کے سپرد فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

پس اگر ہم اصلاحِ اقوامِ عالم کے گرانبار فریضہ سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے کما حقہٗ تیاری کریں۔ اور مطالبات "تحریک جدید" کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں۔ بالخصوص "وقفِ زندگی" کے مطالبہ پر لبیک کہنے کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ طور پر دعا گو رہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے دن جلد سے جلد قریب لائے۔ آمین۔

فضل عمرؓ تعلیم القرآن کلاس کا نصاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ فضل عمر تعلیم القرآن کلاس یکم وفا تا ۳۱ وفا ۱۳۴۹ ہش مطابق یکم جولائی تا ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۷۰ء مسجد مبارک میں منعقد ہو گی۔

اس کلاس کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل نصاب منظور فرمایا ہے:

۱۔ قرآن مجید:۔

پانچ پارے (۱۶ تا ۲۰ پارے)

۲۔ حدیث:۔

ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ حدیقۃ الصالحین (حدیث نمبر ۳۷۸ سے)

۳۔ علم کلام:۔

۱۔ کتاب شہادۃ القرآن۔ تالیف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

۲۔ رسالہ احمدی اور غیر احمدی میں فرق " " " "

۳۔ احمدیت کا پیغام۔ تالیف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ صرف و نحو اور عربی اسباق:۔

۱۔ خلاصۃ النحو۔ مرتبہ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ۔

۲۔ دس نئے عربی اسباق۔ (گیارہ تا بیس) مرتبہ خاکسار ابو العطاء طبع کر کے طلباء کو دیئے جائیں گے (استاد پڑھائے گا)۔

۵۔ مسائل پر علماء سلسلہ کی تقاریر:۔

۲۰ مسائل پر علماء سلسلہ تقاریر کریں گے۔ (چار دن سوالات و جوابات کے لئے)

۶۔ تقریری مشق:۔

طلباء و طالبات مقررہ عنوانات پر تقاریر کریں گے۔

(ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن)

معارف القرآن

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ

ترجمہ:۔ (کامل) مومن اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ وہ (مومن) جو اپنی نمازوں میں عاجزانہ رویّہ اختیار کرتے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

تفسیر:۔ "ان آیات میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ جن مسلمانوں میں یہ اوصاف پائے جائیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت ظاہرداری سے نہیں کریں گے بلکہ دلی خشوع اور انتہائی عجز و انکسار اور پوری فروتنی کے ساتھ اس کی یاد میں مشغول رہیں گے۔ اور ایسے تمام کاموں سے بچیں گے جن سے ان کی ذات یا قوم یا ملک کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو۔ اور اپنے ملک کی ترقی کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے تیار رہیں گے اور ان تمام راستوں کو بند کریں گے جن کے ذریعہ سے خرابیاں انسانی قلب میں داخل ہوتی ہیں۔ بالخصوص وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں گے۔ . . . . . اور جو اُن ذمہ داریوں کو پورا کریں گے جو اُن کے سپرد کی جائیں گی . . . . وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے

آجکل کے لحاظ سے سینما اور تھیٹر وغیرہ بھی اس حکم کے نیچے آجائیں گے . . . .

. . . . . . اسی طرح هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ حقیقی مومن صرف لغو کاموں سے ہی نہیں بچتے بلکہ لغو خیالات سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ جن لوگوں کو لغو خیالات کی عادت ہوتی ہے انہی کے دلوں میں نماز پڑھتے وقت قسم قسم کے خیالات آتے رہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کی توجہ میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے . . . . .

ایسے خیالات جو محض ظنی اور قیاسی ہوں۔ ان میں مشغول ہونے کے لئے اپنے نفس کو ہرگز اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ اس سے ایک اور نقص بھی پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص بیکار خیالات میں اپنے دماغ کو لگا دیتا ہے تو پھر وہ معقول باتوں کی طرف توجہ دینے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ پس لغو خیالات اور لغو افکار سے اپنے دل و دماغ کو صاف کر کے انہیں اعلیٰ اور مفید خیالات کی طرف متوجہ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ قوتِ فکر ترقی کرے اور دماغ جو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے وہ ماؤف نہ ہو"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول ص ۱۳۶ ۔ ۱۳۷)

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔

ترجمہ :۔ دو کلمے خدا کو بڑے پسند ہیں۔ زبان پر ہلکے ہیں۔ ترازو میں بوجھل ہیں۔ (اور وہ یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔

۲۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ عَمَلًا أَنْجَى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

ترجمہ :۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ابنِ آدم کو عذابِ الٰہی سے بچانے کے لئے ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔

۳۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلٰثًا۔ قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ۔

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہ نہ بتاؤں۔ ہم نے عرض کیا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ خدا کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا۔ خبردار اور جھوٹی بات کہنے سے بچو۔ اور جھوٹی گواہی دینے سے بچو۔ پھر آپ اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپ مزید نہ فرمائیں :

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے۔ تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاقِ حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے۔ کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہیئے کہ ابتداء میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے۔ اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کے لئے دردِ دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے۔ . . . . خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں۔ ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفاتِ حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے۔ ان باتوں سے شماتتِ اعداء ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں۔ . . . .

خلق ایسی شے ہے جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اگر تبدیلی نہ ہو سکتی تو یہ ظلم تھا لیکن لیکن دعا اور عمل سے کام لو گے تب اس تبدیلی پر قادر ہو سکو گے۔ . . . . .

. . . اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے۔ جو خدا اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ہفتم صفحہ ۱۲۷-۱۲۹)

تبرکات

"سب سے پہلی اور ضروری بات جو حصول تقوے کے لئے ضروری اور جس کا نتیجہ عرفان الٰہی ہے۔ یہ ہے کہ انسان خیالات میں پاکیزگی پیدا کرے۔۔۔۔
۔۔۔۔ خیالات کے پاک رکھنے سے میری یہ مراد نہیں کہ کوئی بُرا خیال ہی نہ آئے۔ ایسا ہونا تو اکثر لوگوں کے لئے ناممکن ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ اگر کوئی ناپاک خیال آئے تو اسے دل میں پھیلایا نہ جائے۔ مثلاً ایک شخص کے دل میں کسی وقت آئے کہ میں رشوت لوں تو وہ اس کے متعلق سوچنا اور تدبیریں کرنا شروع نہ کردے بلکہ جہاں تک جلدی ہو سکے اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے ۔۔۔۔۔ وجہ یہ کہ جو خیال انسان کے دل میں ہر وقت رہے اس کا بڑا اثر پڑتا ہے اور وہ دل پر ایسا نقش ہو جاتا ہے۔ کہ پھر اس کا مٹانا سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن جس خیال کو نکالنے کی کوشش کی جاتی رہے۔ وہ نقش نہیں ہو سکتا۔ پس جب کوئی بُرا خیال پیدا ہو فوراً اسے نکال دو اور دوسری طرف متوجہ ہو جاؤ اور یہ مت خیال کرو۔ کہ خیال کے نکالنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کوئی خیال جتنا زیادہ عرصہ دل میں رہتا ہے اتنا ہی زیادہ گہرا ہوتا جاتا ہے"۔ (عرفان الٰہی ص۳۹-۴۰)

"تیسرا ذریعہ صفات الٰہیہ کو اپنے نفس میں جاری کرنے کا یہ ہے کہ ایسے اعمال جن کے کرنے یا نہ کرنے سے تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔ انسان ان کو دل میں لائے۔ اور اُن کا بار بار وِرد کرے۔ کیونکہ جن باتوں کو بار بار یاد کیا جاتا ہے۔ وہ دل میں گڑ جاتی ہے مثلاً ایک ایسا شخص ہے جسے جھٹ پٹ غصہ آجاتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ فرصت کے اوقات میں اس امر پر غور کیا جائے کہ مجھے غصہ بہت جلد آتا ہے۔ اور یہ بُرا فعل ہے۔ اور میری رُوحانی ترقی کے راستے میں روک ہے اس لئے میں آئندہ ہرگز ہرگز ایسا فعل نہ کرونگا۔ اور اس امر کو بار بار اپنے دل میں لاوے۔ یہاں تک کہ دل میں نقش ہو جاوے"۔

(عرفانِ الٰہی ص۴۵)

ناظمین سترھویں سالانہ تربیتی کلاس

کرسیوں پر دائیں سے بائیں :
(۱) عطاالمجیب صاحب راشد ناظم تعلیم
(۲) چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس
(۳) چوہدری سمیع اللہ صاحب سیال ناظم اعلیٰ
(۴) محمد اسلم صاحب صابر ناظم خوراک

کھڑے :
(۱) مبارک احمد صاحب طاہر نائب ناظم صحت جسمانی
(۲) چوہدری ناصر احمد صاحب ناظم نظم و ضبط
(۳) محمد اسلم صاحب شاد منگلا ناظم حاضری (۴) حمید احمد صاحب خالد ناظم صفائی۔ آب رسانی۔ رہائش
(۵) محمد شفیق صاحب قیصر ناظم عمومی

معزز مہمان افتتاحی خطاب
→

رپورٹ جناب ناظم صاحب اعلیٰ
←

صدر مجلس اور معزز مہمان
سید میر داؤد احمد صاحب

سترھویں سالانہ تربیتی کلاس

الوداعی تقریب

معزز مہمان
محترم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل
ناظر اصلاح و ارشاد
الوداعی خطاب فرما رہے ہیں

معزز مہمان صدر مجلس
اور
ناظم صاحب اعلیٰ کے ساتھ
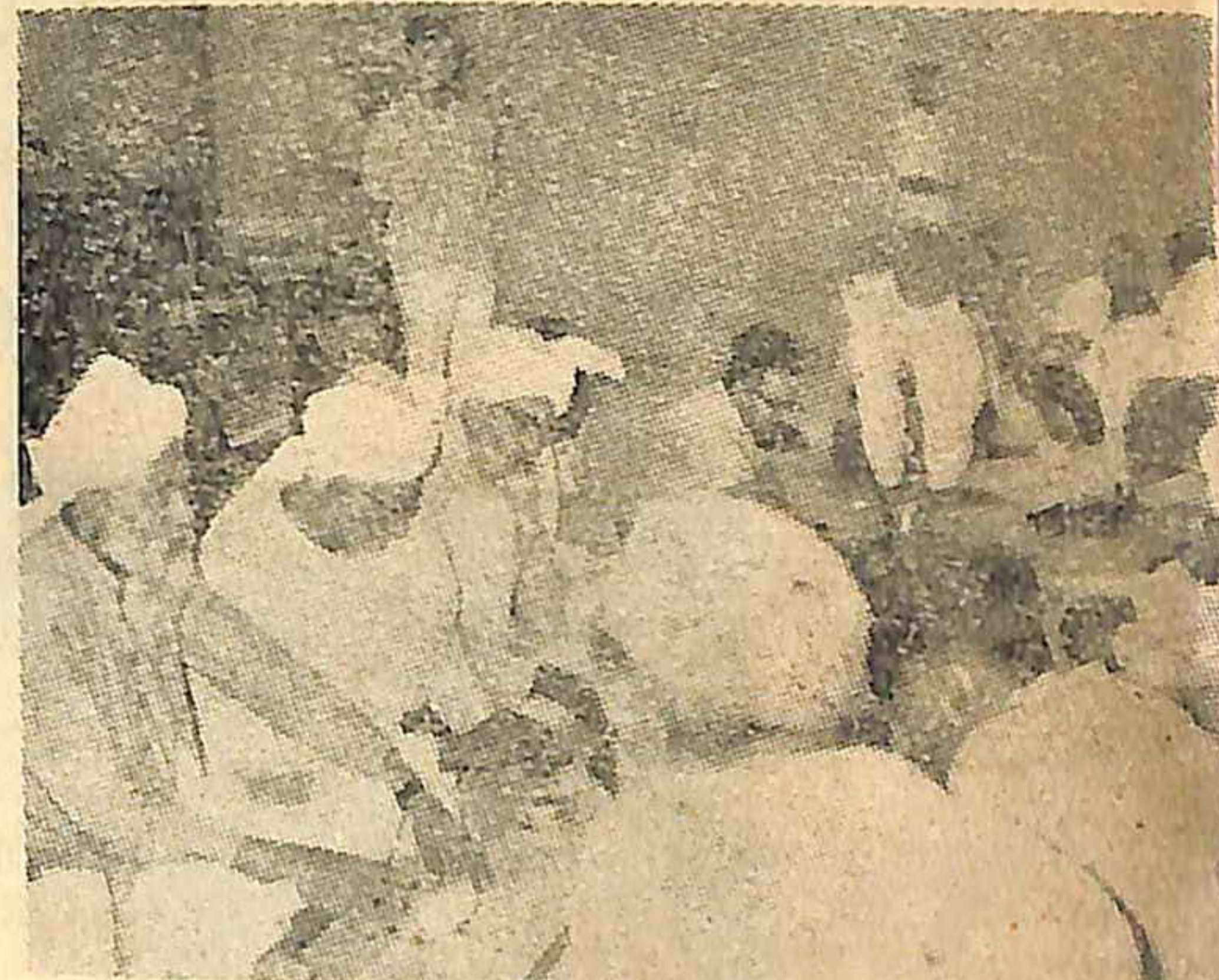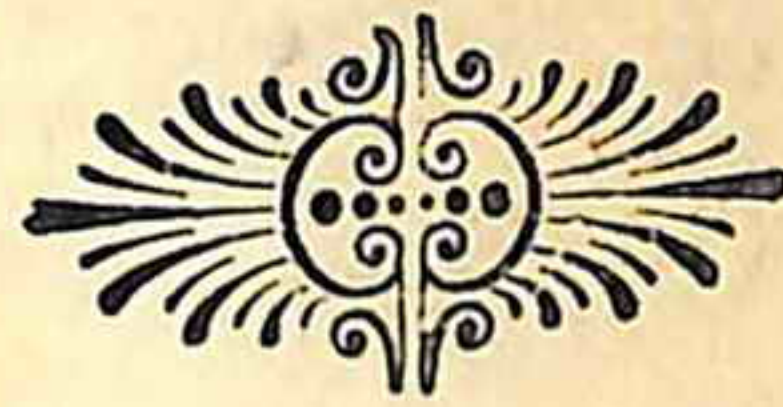
طلبہ اور مہمانوں کی خدمت میں چائے پیش کی گئی

خدّام سے خطاب

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی سترھویں سالانہ تربیتی کلاس میں مجلس کے سابق صدر مکرم و محترم سیّد داؤد احمد صاحب معزز مہمان کے طور پر تشریف لائے۔ انہوں نے خدام کو اپنے ایمان افروز خطاب سے نوازا جس کا مکمل متن ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

تشہّد و تعوّذ کے بعد حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے:۔

مَیں آپ کے صدر صاحب کی خواہش بلکہ حکم کے احترام میں آج یہاں حاضر ہوا ہوں۔ اس قسم کی تقاریب سے میرا کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے بہت سوچا کہ انہوں نے مجھے یہ حکم کیوں دیا ہے شاید یہ جوڑ ہو کہ ؏

"گر وہاں نہیں پہ وہاں سے نکالے ہوئے تو ہیں"

اور مجھے امید ہے اور میری خواہش ہے کہ جب آپ کے صدر صاحب خدام الاحمدیہ سے تشریف لے جائیں تو آئندہ آنے والے صدر بھی اس بات کا خیال رکھا کریں۔ آپ لوگ مبارکباد کے قابل ہیں جو دنیا کے کاروبار کو چھوڑ کر یہاں تشریف لائے ہیں۔ اس وقت جو تعداد میرے سامنے ہے کوئی زمانہ تھا کہ ایک تربیتی کلاس میں صرف ۳ خادم آئے تھے۔ یہ اعداد و شمار خود بتاتے ہیں کہ کتنی ترقی ہوئی ہے۔ واضح ہے کہ مزید ترقی کی گنجائش ہے اور ترقی کا راستہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ اور امید ہے کہ جتنی بھی مجالس اس وقت قائم ہیں آئندہ ہر مجلس سے کوئی نہ کوئی نمائندہ بلکہ ہر مجلس سے ایک سے زیادہ نمائندہ یہاں شامل ہُوا کرے گا۔

عام طور پر افتتاح کرنے والے سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی تقریر فرمائیں گے۔ مَیں تقریروں کا عادی نہیں اور نہ مجھے تقریر کرنا آتی ہے۔ اور اصول بھی میں یہی سمجھتا ہوں کہ ہر چیز کا افتتاح اللہ تعالےٰ کے نام سے اور دعا سے ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے۔ جب آپ کے صدر صاحب کا حکم ملا تو مَیں سوچتا رہا کہ میں کیا باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں جب انسان سوچتا ہے تو خود دراصل اپنے لئے سوچتا ہے۔ اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے کو سمجھائے کیونکہ سوچنے والا انسان سب سے پہلے اپنے نفس کو مخاطب کرتا ہے۔ ایک چیز کا جائزہ لیتا ہے اس کے مفید پہلو سامنے لاتا ہے اور پھر وہ اپنے دوستوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے کہ میں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے یا میں نے اپنے نفس کو

اس طرح مخاطب کیا ہے اگر آپ بھی کاملین لیے فلفہ اٹھا سکیں تو فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے میں نے چند باتیں سوچیں ان کو نوٹ کیا اور میں اس وقت جو دراصل میں نے اپنے نفس کو مخاطب کیا تھا۔ میں آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اگر آپ ان سے فائدہ اٹھا سکیں، مفید باتیں تو فائدہ اٹھالیں۔

تربیت کا مقصد جو اس کلاس کا ہے۔ بڑا وسیع ہے سارے پہلو اس کے بیان نہیں کئے جا سکتے۔ کچھ پہلو ہی بیان کئے جا سکتے ہیں اس لئے چند باتیں جو میں نے نوٹ کی ہیں وہ میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ آپ سب دوست اور عزیز جانتے ہیں یہ باتیں میں ان عزیزوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو باہر سے تشریف لائے ہیں اور جو میرے بزرگ اور اساتذہ یہاں بیٹھے ہیں پہلے سے ان باتوں کو جانتے ہیں۔

آپ عزیز جانتے ہیں کہ یہ زمانہ علمی ترقی کا زمانہ ہے ایسا کہ اس سے قبل کبھی ایسا زمانہ نہیں آیا۔ نئے نئے علوم نکلتے چلے آتے ہیں اور ہر علم شاخ در شاخ ہو کر ہر شاخ فی ذاتہ ایک مکمل علم کی شکل اختیار کر گئی ہے نئی سے نئی ایجادات کا ایک سیلاب امنڈا چلا آ رہا ہے۔ دنیا میں لاکھوں ادارے علمی تحقیق کے قائم ہیں اور ہر روز نئے سے نئے ادارے قائم کئے جا رہے ہیں اور پھر ان کی تحقیقات کتابوں اور رسالوں میں چھپ کر دنیا کے سامنے آ رہی ہیں۔ کتابوں اور رسائل کا تو ایک ایسا طوفان ہے کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو شاید سارا پاکستان ان کے ڈھیر کے نیچے دب کر رہ جائے۔ یہ سب کچھ علمی ترقی کے جوش کی وجہ سے ہے۔ مزید برآں علمی ترقی کی بناء پر قوموں کو غلبہ اور افراد کو معیشت کا سامان بھی مہیا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کی نگاہ علوم کے حاصل کرنے کی طرف ہے اس حالت میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ دنیوی علوم کے ان طوفانوں میں کہیں دین کا علم ضائع نہ ہو جائے یا غفلت کی نظر نہ ہو جائے۔

شاید ایک مسلمان کو یا احمدی مسلمان کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت نہیں کہ ان تمام علوم میں سے اہم، ضروری اور مفید دین کا علم ہی ہے ایک مسلمان دوسرے علوم سے تو شاید غفلت برت سکتا ہو۔ مگر دین کے علم سے غفلت برتنا اس کے دین و دنیا کی تباہی کا موجب ہے اگر کوئی مسلمان طبعیات، کیمیا، علم آثار قدیمہ، یورپ یا ایشیا کی تاریخ، ہیئت، نجوم، نباتات، حیوانات، شماریات، فلسفہ، منطق۔ ادب کا علم نہ بھی حاصل کرے۔ بلکہ اُن کی ابجد سے بھی واقف نہ ہو تو اسے دین و دنیا کا کوئی نقصان نہیں۔ لیکن اگر وہ دینی علوم سے غفلت برتے اور ان کی طرف توجہ نہ کرے تو اس کی دنیوی زندگی بھی ناقابل اطمینان ہو جائے گی۔ اور اُخروی زندگی میں داخلہ کے وقت بھی خطرہ در پیش ہو گا۔

اسی کے پیش نظر مجلس خدام الاحمدیہ ہر سال تربیتی کلاس منعقد کرتی ہے۔ جس میں آج آپ کو شامل ہونے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

پھر دینی علوم میں سے سب سے اوّلی اور اعلیٰ قرآن مجید کا علم ہے۔ قرآن مجید ایک مکمل اور زندہ کتاب ہے۔ باقی دینی کتب خواہ وہ احادیثِ نبویؐ ہوں اس کی تفصیل و شروح ہیں۔ اصول سب کے سب قرآن ہی میں موجود ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے استاد تھے۔ جب آپؓ نے قرآن مجید با ترجمہ اور صحیح بخاری پڑھا لی تو فرمایا:۔

"لو! میاں، دنیا کے سب علوم آگئے"

یہ فقرہ مبالغہ یا دلداری پر مبنی نہیں بلکہ دنیا کی حقیقتوں میں سے ایک عظیم حقیقت ہے۔ حضورؓ کی ساری زندگی اس پر شاہد ہے اور باون سالہ دورِ خلافت میں ایک دنیا نے آپ کی علمی فوقیت کا لوہا مان لیا۔

قرآن کیوں پڑھنا چاہیئے ــــ یہ ایک اہم سوال ہے۔ سب سے پہلے اپنے دل ہی سے یہ سوال کیا ــــ اور یہ سوال بارہا کیا ہے تو مجھے جو میرے دل نے جواب دیا۔ وہ مَیں آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں۔ باتیں تو بہت سی تھیں لیکن وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند ایک ہی بیان کی جا سکتی ہیں۔

سب سے پہلے یہ کہ قرآن اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ وہ خدائے واحد و یگانہ خالق و مالک کا کلام ہے۔

اور اس لئے بھی کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہمیں مکمل تعلیم دیتا ہے وہ ہمارے سامنے خدا کی ایک تصویر کھینچتا ہے۔ وہ ہمیں ان صفات کا علم بخشتا ہے جن کے ذریعے اس کے ارادہ، اس کے منشاء، اسکی پسند کا ہمیں علم حاصل ہوتا ہے اور اس کے عفو، اس کے غفران، اس کی خطا پوشی، اسکی پردہ داری، اس کے انعامات، اس کے احسانات اس کی بخششیں اور اس کی مہربانیوں کا پتہ ملتا ہے، غرض عرفانِ الٰہی کے حصول کے لئے بجز قرآن کوئی چارہ نہیں۔ قرآن خدا نما ہے۔ اور بندۂ محجوب کو خدا سے جا ملاتا ہے۔

اور پھر قرآن اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ اس میں انسان کی زندگی کے کٹھن سفر میں قدم قدم کے لئے ہدایات موجود ہیں جن پر چل کر انسان ٹھیک ٹھیک ایسی زندگی گزار سکتا ہے جس سے اسے دائمی خوشحالی حاصل ہو۔ قرآن چھوڑ دیا جائے تو انسان کی زندگی بے مزہ، پھیکی، پر مصائب اور پریشان کن بن جائے نفسِ امّارہ اور نفسانی جوش انسان کو قابو سے باہر کر دیتے ہیں۔ قرآن ہی بتاتا ہے کہ ان کی کیا حدود ہیں؟ اور کس طرح ان کو اعتدال کے دائرہ میں رکھا جا سکتا

ہے اور کس طرح ان جوشوں کو مفید راستے پر چلایا جا سکتا ہے ورنہ جوشوں اور ہوائے نفس کا یہ طوفان کسی ضبط اور ضابطہ کے بغیر اس کی نجی زندگی، اس کی اہلی زندگی، اس کی خاندانی زندگی اور اس کی سماجی زندگی تباہ کرکے دین و دنیا میں خائب و خاسر کر سکتا ہے۔

پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ وہ ہمیں ہماری آئندہ نسلوں کی ذمہ داری اور بچوں کی تربیت کے اصول بیان فرماتا ہے کہ ہم کس طرح انہیں مسلمان، باعمل مسلمان، با اخلاق مسلمان، اور باخدا مسلمان بنا سکتے ہیں جو ہمارے لئے ہماری قوم کے لئے بلکہ ساری امت کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں اور نسلاً بعد نسلٍ بنی آدم کی زندگی خوشحالی میں گذرے۔

پھر قرآن ہمیں اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ وہ انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے قرآن مجید کو چھوڑ کر کوئی کتاب یا کوئی معلّم مکمل ضابطہ اخلاق پر ہمیں اطلاع نہیں دے سکتا۔ قرآن ہی ہے جو مکمل اخلاقی تعلیم بیان کرتا ہے۔ پھر نہ صرف بیان کرتا ہے بلکہ وہ طریق بھی بتاتا ہے جس پر چل کر انسان اپنے آپ کو اخلاقِ رذیلہ سے بچا سکتا ہے اور مثبت پہلو کے لحاظ سے اخلاقِ فاضلہ پیدا کر سکتا ہے۔ سچ، امانت، دیانت، ہمدردیٔ خلق، عفت، صلہ رحمی، باہمی حسن سلوک، حلم، ایثار، صبر، توکل، شجاعت، درگزر کرنا، ماں باپ کی عزت وغیرہ۔ کوئی بھی ایسا خلق نہیں جو اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے پسند کیا وہ قرآن نے تفصیل سے بیان نہ کیا ہو۔

پس اگر ہم اخلاقِ رذیلہ سے بچنا چاہتے ہیں اور اپنے اندر اخلاقِ فاضلہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو قرآن کے علاوہ اور کوئی ہدایت نامہ بھی ہماری راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور دنیا میں کون نہیں چاہتا کہ وہ اخلاقِ فاضلہ کا مالک ہو۔

انسان بالطبع نمونہ کا محتاج ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ہمارے ہی جیسے بشر کو اور ہماری ہی جنس میں سے ایک شخص کو ہمارے لئے بطور نمونہ پیدا کیا ہے تاکہ ہم اس کی پیروی کرکے خود کو عملی طور پر اس کے مطابق ڈھال سکیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ یعنی یہ رسول تمہارے لئے ایک عملی نمونہ ہے۔ ہمارا اخلاقِ فاضلہ کا بیان صرف عقیدہ یا Theory ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ اس کے لئے ہم نے ایک عملی نمونہ بھی تمہارے سامنے رکھا ہے ___ حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن۔ یعنی جس قسم کے اخلاقِ فاضلہ کا ذکر قرآن نے فرمایا ہے سب آپؐ میں موجود تھے۔ پس ہمارے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اخلاق کے لئے بطور کسوٹی کے ہے۔ جن اخلاقِ ردّیہ سے حضورؐ بچے وہ سب ایسے ہیں جن سے بچ جانا چاہیئے۔ اور جو اخلاقِ فاضلہ آپؐ میں ظاہر ہوئے وہ سب ایسے ہیں جن کا پیدا کرنا ہم سب کے لئے ضروری ہے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن تو قیامت تک کیلئے ہے اور آج اس کے نزول پر ۱۴ سو سال گذر چکے ہیں اور اس زمانہ تک ہی ہزاروں مختلف قسموں کے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جن کے قویٰ مختلف، جن کی استعدادیں مختلف، جن کے معاشی، اقتصادی، معاشرتی، ملکی، سیاسی، جغرافیائی حالات مختلف ہیں۔ پھر زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے اور آئندہ خدا جانے کیا حال ہوگا۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ صرف ایک شخص جس کی زندگی کا بھی نصف سے زائد حصہ تفصیل سے ہمارے سامنے نہیں۔ تمام بنی آدم کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے اور تمام انفرادی، اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی حالات و مسائل میں ہمارے لئے نمونہ ہو۔

بظاہر یہ بات قابلِ قبول نظر نہیں آتی مگر ایک مسلمان جانتا ہے کہ یہ بات درست ہے احادیث پڑھنے والے جانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کے حالات آئے جو دنیا میں کسی شخص پر کسی زمانہ کسی ملک میں بھی آسکتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی شخص کسی قسم کے حالات کی یا شکل کی یا الجھن کی تعیین کرے ہم اسے انشاء اللہ احادیث سے اس قسم کے حالات اور پھر ان حالات میں آپ کے اخلاق کے بارے میں بتا سکتے ہیں یہ بات قیاسی نہیں۔ بلکہ میں ایک لمبے تجربہ اور غور کے بعد کہہ رہا ہوں۔

اور پھر ہمیں قرآن اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ وہ انسان میں قوتِ یقین پیدا کرتا ہے اور اسے ترقی دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی کے بارے میں اس درجہ یقین پر پہنچاتا ہے کہ اس کی عظمت اور ہیبت دل میں بٹھا کر انسان کو گناہ کے ارتکاب سے روک دیتا ہے۔ قرآن انسان کو پاک اور کامل معرفت بخش کر گناہ اور نافرمانی کی نفرت دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کی ایسی آگ بھڑکاتا ہے جو گناہ کے خس و خاشاک کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ یقین ایک زندہ حقیقی نور ہے جو انسان کو اسی زندگی میں حاصل ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے منہ کو اس کی تمام قوتوں اور ارادوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیتا ہے۔ یہ یقین ہی کی طاقت ہے جس سے انسان مصائب میں زمین کی طرح ثابت قدمی دکھاتا ہے۔ اور سمندر کی لہروں سے بھڑتا اور پہاڑوں سے جا ٹکراتا ہے۔ یہ یقین صرف قرآن ہی پیدا کر سکتا ہے

اور پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ وہ یہ بتاتا ہے کہ بنی آدم ــــ بھائی بھائی ہیں۔ ان کے آپس کے تعلقات کی بنیاد اخوت پر ہونی چاہیئے۔ ان میں ظاہراً تضاد اور اختلاف بھی ضرور ہوگا۔ امیر بھی ہوں گے غریب بھی۔ نیک بھی ہوں گے بد بھی۔ عقل مند بھی ہونگے کم عقل بھی، عالم بھی ہونگے جاہل بھی۔ ان کے تمدن اور طور طریقے الگ الگ ہوں گے اور ان کی شکلیں جُدا۔ اور ان کے قبائل مختلف مگر ان سب میں ایک بات بنیاد

ہوگی کہ وہ ہر حال میں بھائی بھائی ہونگے۔ اور بھائی ہونا ایک ہمدردی، خلوص، خدمت اور قربانی کو چاہتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی تعمیر اخوت کی بنیاد پر ہے۔ یہ اصل نہ کسی اور مذہب نے پیش کیا نہ کسی فلسفی نے۔ نہ کسی دانا نے نہ کسی عالم سائنسدان یا سیاستدان نے۔ صرف قرآن نے پیش کیا ہے اور معاشرے کے اکثر جھگڑے اس کے فقدان کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

اور پھر ہمیں قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ وہ روحِ انسانی کو جِلا دیتا ہے اور وہ اس میں ایک زندگی پیدا کرتا ہے اور زندہ روحوں کو نئی تروتازگی بخشتا ہے وہ اس کی قوتوں کی حسب استعداد نشوونما کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کرتا کہ صرف ایک پہلو پر زور دے۔ بلکہ درخت انسانی کی ہر شاخ کی پرورش کرتا ہے وہ کسی فطری جذبہ کو ماؤف نہیں کرتا وہ اسے ضبط میں تو لاتا ہے۔ مگر اسے مرنے نہیں دیتا بلکہ اس کی مناسب نگہداشت اور حفاظت کرتا ہے۔

اور پھر قرآن اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ اس میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سامان معیشت کے حصول کے لئے وہ بتاتا ہے کہ کون سے ذرائع معاش حلال اور کون کون سے حرام ہیں وہ حکم دیتا ہے کہ اپنی معاش کا پیدا کرنا تم پر فرض ہے وہ ترغیب دیتا ہے کہ تم ان کی جو معاش پیدا کرنے کے قابل نہیں ضروریات کا خیال رکھو جہاں ایک طرف قرآن عزتِ نفس پیدا کرتا ہے اور اسے ہدایت کرتا ہے کہ تم اپنے اخراجات کو سمیٹ کر اپنی کمائی کی حدود کے اندر رکھو۔ جہاں وہ اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ تم کسی پر بوجھ نہ ہو۔ اور اگر مانگنا ہی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو وہاں وہ اس پر بھی بار بار زور دیتا ہے کہ تم اپنے بھائیوں کا بھی خیال رکھو مخفی طور پر اور ان کی عزتِ نفس پر زد لگائے بغیر اور ان کا دل دکھائے بغیر یا انہیں شرمندگی کا احساس دلائے بغیر ان کی حاجات کو پورا کرو۔ تمہارے خاندان میں تمہارے ہمسائے میں تمہارے شہر میں اور تمہارے ملک میں کوئی ایسا شخص نہ رہے کہ وہ تو بھوکا رہے مگر تمہارے پاس زائد کھانا ہو بلکہ قرآن تو اس سے بھی ایک قدم آگے لیجاتا ہے کہ

" یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ "

یعنی اگر ہمت ہے تو آپ بھوکے رہو۔ اور دوسرے کی بھوک کا مداوا کرو۔ غرض قرآن ایک ایسا اقتصادی نظام ہمارے سامنے رکھتا ہے جو سرمایہ داری کی لعنت سے بھی پاک ہے۔ اور اس میں اشتراکیت اور اشتمالیت کی سی دھاندلی بھی نہیں۔

پھر ہمیں اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے۔ کہ قرآن ایک عجیب روحانی تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبولِ الٰہی اور قابلِ خطاب حضرت عزت جل شانہٗ بنا دیتا ہے

اس کی تفصیل یہاں بیان نہیں ہوسکتی۔ یہ سب سے اعلیٰ خوبی قرآن مجید کی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے اس کا اثر یہاں تک ہے کہ بعض وجودوں میں ایسا نظر آتا ہے گویا خود خدا تعالیٰ ان کے دل میں اُترا ہوا ہے جیسے مصلح موعود کے متعلق فرمایا۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ اور قادر مطلق کا نور ان کی صحبت، ان کی توجہ، ان کی نیت، ان کی دعا، ان کی نظر، اور ان کے اخلاق، ان کی طرز معیشت، ان کی خوشنودی، ان کے غضب، ان کی نفرت اور ان کی محبت، ان کے نطق اور ان کی خاموشی، غرض ہر حرکت وسکون میں جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

قرآن انسان کی متلاطم اور بے چین زندگی میں ایک سکون و اطمینان پیدا کر دیتا ہے اور انسانی دل کی وہی کیفیت ہوتی ہے جیسے کوئی صدیوں کا قیدی اپنی بھاری زنجیریں اور ہتھکڑیاں اتار کر یکایک آزاد ہو جائے۔

اور پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ وہ تمام علوم کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ وہ انسان کے دل میں علم کی قدر پیدا کرتا ہے۔ وہ ادبیات کی قدر بھی بڑھاتا ہے اور سائنس کی ترقی کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ وہ آسمان و زمین، چاند ستاروں اور سیاروں پر غور کرنے کی دعوت دے کر علم ہیئت کی ترقی کا باعث ہے۔ وہ نباتات جڑی بوٹیوں۔ درختوں، پھلوں، زمین کے جانورو سمندر کے جانوروں، پرندوں، کیڑے مکوڑوں شہد کی مکھی حتیٰ کہ گھر کی تنگ کرنے والی اور بھنبھنانے والی مکھی کا جسے دن رات لوگ مارتے پھرتے ہیں کا بھی ذکر فرما کر اسے ایک اعزاز بخشتا ہے۔ اور انسان کے ذہن کو ان کے بارے میں تحقیق کر کے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے اور مفید طور پر استعمال کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن ان علوم کے ماتحت نہیں بلکہ ان کا محافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا حَکم بھی ہے۔ ان کی صحیح باتوں کی تصدیق فرماتا اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اور ان کے باہمی نزاعوں کا فیصلہ فرماتا ہے

اور پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ قرآن انسانی عقل کی راہنمائی کرتا ہے عقل انسانی ایک اعلیٰ درجہ کا نور ہے جو انسان کو بخشا گیا ہے وہ اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔ آج دنیا عقل کو ہی سب کچھ سمجھتی ہے انفرادی عقل یا اجتماعی عقل کو جسے دوسرے الفاظ میں جمہوریت کہتے ہیں اتنا بڑا درجہ دیا گیا ہے کہ گویا اسے خدا بنا دیا گیا ہے۔ وہ باغی دنیا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی ہے اور حضورؐ کی شان عالی میں ناز یبا الفاظ استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتی۔ اپنی گردنیں، فیثا غورث، ارشمیدس، ارسطو، افلاطون

بقراط، گلیلیو، ولیم پٹ - ابراہام لنکن، اور آئن سٹائن کی دانائی کے سامنے ختم کر دیتی ہے۔ اور کانٹ، ہیگل اور ینگ کے فلسفے اور پھر اس سے نیچے اُتر کر لینن۔ ٹراٹسکی، سٹالن اور آج ماؤزے تنگ کی ملمع سازی پر سر دھننے لگتی ہے

نور عقل ایک خداداد چیز ہے اور انسان کے لئے فخر کا باعث مگر اس کا بھی ایک دائرہ ہے وہ اپنے دائرے سے آگے نہیں جا سکتی خود عقل بتاتی ہے کہ بعض باتیں اس کے ادراک سے بالا ہیں قرآن اس نور عقل کو تسلیم کرتا ہے۔ شریعت کے معاملات میں اسے استعمال کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ ورنہ قیاس کی اجازت نہ ہوتی۔ اس کا محافظ بھی ہے لیکن اس کا نگران بھی ہے۔ جب وہ اپنے دائرے سے باہر قدم اٹھانے لگتی ہے تو اس کو ضبط میں لاتا ہے اور اسے اپنے مقام سے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔

پس ہر مسلمان کو ضرورت ہے کہ قرآن پڑھے تاکہ اس کی عقل اپنی مقررہ حدود کو پھلانگ کر اسے کسی تاریکی میں نہ لے ڈوبے اور قرآن کا نور اسے اس مصیبت سے محفوظ رکھے۔

پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے۔ کہ وہ گذشتہ زمانوں کی تاریخ بیان کرتا ہے وہ مورخین کی رطب و یابس باتوں میں سے صحیح اور سچی بات کی نشاندہی کر دیتا ہے۔ وہ قوموں کے عروج و زوال کا ذکر کرتا اور اس کی وجوہات بیان فرماتا۔ وہ نیک لوگوں پر لگائے ہوئے الزامات کی تنقید کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اور کیوں ان لوگوں کو قبول کیا اور ان کو برکتیں دیں اور اپنے انعامات سے نوازا۔ وہ بُرے لوگوں کا ذکر کر کے متوجہ کرتا ہے کہ انکی شرارتوں کا کیا وبال ان پر پڑا اور کس طرح اور کن وجوہات سے وہ قومیں بگڑیں اور پھر ان کو کیا سزا ملی اور کس طرح ان کا انجام عبرتناک ہوا۔ یہ اس لئے کہ ہم دوسروں کے حالات سے اور اس سلوک سے جو ان سے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے سبق لیں۔

غرض تذکیر بایام اللہ قرآن کا خاصہ ہے۔ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک وہ اپنے اسلاف کی تاریخ یاد نہ رکھے۔ ہم مذہبی جماعت ہیں۔ اور قرآن نے گزرے ہوئے انبیاء کے علاوہ صلحاء، اولیاء، مجاہدین اور مومنین کی جماعتوں کے حالات بیان کر کے ہمارے سامنے ان کے صحیح حالات کو رکھا ہے تاکہ ہم ان کی نیکیوں کو اختیار کر سکیں، اور ان کی غلطیوں سے بچ سکیں۔ چنانچہ خود حضور کو حکم ہوا۔

"وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ"

نیز یہ کہ ان کے حالات پڑھ کر ہماری روح کو تازگی پیدا ہو اور ہمارے دل نئے سرے سے جوش اور ولولے سے بھر جائیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا۔ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا" اور "فبهداهم اقتده"

پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے۔ اور آج
کے زمانہ میں خصوصیت سے پڑھنا چاہیئے۔ کہ آج کے زمانہ
میں اسلام پر ہر طرف سے حملہ ہو رہا ہے کوئی دین
یا مذہب یا سوسائٹی ایسی نہیں کہ اس کی طرف سے
اسلام یا مسلمانوں پر حملہ نہ ہو۔ یہودیوں اور عیسائیوں
نے حد کر دی ہے اور الکفر ملّۃ واحدۃ کا
نظارہ نظر آرہا ہے کہ سب اقوام و ملل اسلام
کے خلاف متحد ہیں اور کوئی دقیقہ انہوں نے اسلام
کو مغلوب کرنے میں فرو گذاشت نہیں کیا۔ گذشتہ
صدی کے آخر میں تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ عیسائی
مناد ہندوستان میں مسلمان علماء کو مقابلہ کے لئے
للکارتے پھرتے تھے۔ اور مسلمان ایسی ذلت کی
حالت میں تھے کہ مقابلہ تو کجا شرم سے چھپتے پھرتے
تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اس جنگ میں سوائے مولانا
رحمت اللہ مہاجر مکی کے سب علماء اس بری طرح پسپا
ہوئے کہ جس طرح ظاہری جنگ میں بھاگنے والے
میدان جنگ میں ہی اپنے مقتولوں کی لاشیں
چھوڑ جاتے ہیں اور ان پر دشمن قبضہ کر کے
ان کی بے حرمتی کرتا ہے۔ مسلمانوں نے ہزاروں
خاندانوں کو بلا تکلف عیسائیت کی آغوش میں
دے دیا اور ان کے دل میں کوئی غیرت، کوئی
اضطراب، کوئی بے چینی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ
جو دین محمدی کا علم بلند کر رہے تھے۔ خود عیسائیوں
کے مناد بن گئے اس حالت زار میں اللہ تعالیٰ
نے اپنے خاص فضل سے مسیح موعود علیہ السلام کو
کھڑا کیا۔ آپ نے سب ہتھیاروں کو چھوڑ کر ایک
قرآن کریم کو لیا اور ان تمام حملوں کا ایسا منہ توڑ
جواب دیا کہ وہی عیسائی مناد جو مسلمان علماء کو
کسی زمانہ میں للکارتے تھے۔ آج احمدی بچے سے
گفتگو کرتے بھی گھبراتے ہیں۔ محض اللہ تعالیٰ
کے فضل سے اور قرآن کی برکت سے عیسائیت
اور دہریت کا خوفناک سیلاب جو مغرب سے امنڈا
چلا آرہا تھا نہ صرف رک گیا بلکہ الٹا بہنے لگا۔
اور آج مشرق سے اسلام کی فوجیں مغرب کو روانہ
ہو رہی ہیں۔ اور وہی گاؤں کے رہنے والے
جاہل۔ کم عقل۔ کم علم، بد تہذیب سمجھے جانے والے
روحانی اور علمی لحاظ سے برسات کے بادلوں کی طرح
یورپ و امریکہ پر چھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

میرے دل میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
کی بڑی قدر ہے وہ Billy Graham جس
کے پیچھے دنیائے عیسائیت کی طاقت، مال، پراپیگنڈہ
سب کچھ تھا۔ صرف ایک للکار سے جھاگ کی طرح
بیٹھ گیا۔ میں کبھی اپنے کمزور اعمال کی طرف نگاہ
کرتا ہوں۔ تو خوف محسوس کرتا ہوں کہ میں ان کی
جگہ ہوتا تو شاید کبھی اتنی جرأت نہ کر سکتا۔
مگر جو چیلنج ایک احمدی مبلغ دیتا ہے۔ وہ قرآن
کی برکت سے دیتا ہے۔ قرآن ہی نے ان کے دل
میں ایک طاقت بھر دی تھی۔ جو میخ کی طرح ان
کے دل میں گڑی ہوئی تھی، اسلام بہر حال غالب
ہے اور عیسائی پادری خواہ کتنے بڑے درجہ کا ہو

وہ بہرحال مغلوب ہوگا۔ یہ یقین ہرگز بغیر قرآن کے پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر بائیبل یا انجیل اس یقین کا ہزارواں حصہ بھی پیدا کرسکتی تو Billy Graham کبھی اس طرح بزدلی نہ دکھاتا۔

پس قرآن ہی ایک ایسا ہتھیار ہے۔ جو دوسرے مذاہب یا بدمذاہب یا بے مذہب لوگوں کے مقابل میں کارآمد ہے وہی اس مقابلہ میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ جو قرآن پڑھتا ہے اس کے مطالب سمجھتا ہے اور اس کے علمی اعجاز سے لطف لیتا اور اس کی روحانی تاثیروں کو جذب کرتا ہے۔

پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ وہ ایک ایسی کارآمد چیز عطا کرتا ہے جو کسی دوسرے کے پاس نہیں۔ اور وہ دعا ہے۔ قرآن ہی بتاتا ہے کہ خدا اور بندے کا تعلق دعا کا تعلق ہے کوئی اور مذہب ہمیں یہ تسلی نہیں دلاتا کہ تمہارا خالق و مالک تم پر نظر رکھتا ہے وہ تمہاری مشکلات اور مصائب اور زندگی کی اونچ نیچ میں تمہارے۔ ماں باپ سے بڑھ کر تمہارا خیال رکھتا ہے وہی مشکل کشا ہے وہی حاجت روا ہے وہی ہزاروں مصائب جو انسان کو پیش آنیوالے ہوتے ہیں پہلے ہی سے اپنی مہربانی سے ٹلا دیتا ہے اور جب مصیبت یا بیماری آجاتی ہے تو وہی ان سے نجات دینے والا ہوتا ہے۔ یہ نعمت صرف قرآن سے ہی ہمیں ملی ہے اور کہیں اس کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

قرآن نہ صرف دعا کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ وہ اس کی قبولیت کے گر بھی بتاتا ہے وہ یہ واضح کردیتا ہے کہ دیکھو اس قسم کی دعائیں قبول نہیں ہونگی وہ دعا کا فلسفہ بھی بتاتا ہے وہ دعا اور تقدیر الٰہی یا قضاء و قدر کے باہمی تعلق کو بھی واضح کرتا ہے۔ یہ ایسے مسائل ہیں جن میں انسانی دماغ صدیوں الجھا رہا۔ مگر قرآن نے اس گتھی کو چند سطروں میں سلجھا دیا۔

قرآن کیوں پڑھنا چاہیئے اور اس کے مطالب پر کیوں غور کرنا چاہیئے۔ اس پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے اور اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی کتب کا مطالعہ کریں تو اس میں یہ سب کچھ موجود ہے اس کا خلاصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں یوں بیان ہوا ہے۔

"اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآن"

اور پھر قرآن اس لئے بھی پڑھنا چاہیئے کہ وہ ہمیں انسان کی موت اور اس کے بعد کے حالات کا علم دیتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ ہماری زندگی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوجاتی، بلکہ ہماری روح زندہ رکھی جاتی ہے۔ اور اسے ایک زیادہ لطیف جسم دیا جائے اور زندگی کا تسلسل قائم رہے گا۔ بلکہ وہ بتاتا ہے کہ وہی

زندگی حقیقی اور اصل زندگی ہے وہ ہمیں سمجھاتا ہے اس دنیا کی زندگی تمہارے اخلاق کو ظاہر کرنے اور ابھارنے اور تمہاری روح کو جلا بخشنے کے لئے تھی۔ تاکہ تم آئندہ زندگی میں اپنے خالق و مالک کے ساتھ جو سراسر نور ہے وصل کا تعلق پیدا کرنے کے قابل ہو جاؤ۔ اگر اس زندگی میں ایسا کرو گے کہ وصل آسان ہو جائے اور سیدھے جنت میں جاؤ گے اور اگر اس زندگی میں اپنے نفس کو ہوا و ہوس کے پیچھے لگا کر روح کو جلا نہ دو گے تو پھر جہنم کے ہسپتال میں رکھے جاؤ گے تاکہ وہاں تمہاری روح کو اس قابل بنایا جائے اور تمہاری روحانی امراض کا کڑوی کسیلی دوائیوں سے علاج کیا جائے۔

قرآن ہی ہمیں بتاتا ہے کہ برزخ کیا جنت وجہنم کیا چیز ہیں۔ کون اس کے حقدار ہیں۔ اور صفات الٰہی کا کس شان سے اور کس شدت سے ظہور ہوگا۔ وہ اس کا نقشہ نہایت بلیغ و فصیح تمثیلوں میں کھینچتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی فرماتا ہے کہ یہ صرف تمثیل ہے ورنہ حقیقت نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سُنی یا کسی کے دل میں اس کا تصور بھی آسکتا ہے۔

وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ مومنوں کے دلوں کی گہرائیوں میں جو خواہش ہے اور جو ان کے دلوں کو ہر وقت تڑپاتی رہتی ہے اور جس کی وجہ سے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی چین نہیں پاتے کہ کسی طرح ان کے محبوب کا دیدار ہو جائے۔ وہ مرنے کے بعد پوری ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخفی ذات اسی طرح اپنے چہرہ کا دیدار کرائے گی جس طرح چودھویں رات کا چاند آسمان پر طلوع ہوتا ہے۔

ایک ضروری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ قرآن کے مطالب کے لئے یا دینی علوم سیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس نور یا فیض سے استفادہ کیا جائے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا کو دیا ہے۔ نور تو دراصل اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین اور افضل النّبیین اور زندہ نبی مانے بغیر کوئی چارہ نہیں اور وہ شخص راندۂ درگاہ ہے اور نورِ الٰہی سے ایک ذرہ حصہ نہیں پا سکتا ہے جب تک وہ یہ یقین نہ رکھے کہ تمام انوار پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر اترتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے امت میں تقسیم ہوتے ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔ "خداوند کریم نے اس رسول مقبولؐ کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک نبی کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق و معارف

سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیُمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ہیں

جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم "

مگر اس نور کو حاصل کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ جب تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قدمبوسی نہ کی جائے۔ بعض نوجوان کہہ دیتے ہیں کہ اصل تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں یہ درست ہے۔ کہ اصل اور سب کچھ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ وَكُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور قرآن کامل اور مکمل کتاب ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے یوں ہی چاہا ہے۔ کہ وہ حضور علیہ السلام کا ایک ظلِ کامل یا صدیقِ تام پیدا کرے اور اس کے ظہور کے بعد اب کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک۔ پرہیزگار متقی، عالم، قلبِ سلیم رکھنے والا ہو۔ وہ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ فیض حاصل نہ کرے گا ہرگز ہرگز اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کا وارث نہیں بن سکتا۔ بلکہ مسیح موعود علیہ السلام سے لاپرواہی کرنے والا اللہ تعالےٰ کی گرفت کے نیچے ہے۔

اس موقع پر مَیں آپ کو آپ کے عہد کے ایک حصّہ کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں آپ کا عہد یہ ہے جو آپ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر کرتے ہیں۔ کہ مَیں اپنی جان، مال، وقت، عزّت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔ ان چار چیزوں کو الگ الگ بیان کرنے کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ ورنہ صرف یہی کہنا کافی تھا۔ کہ میں اپنا سب کچھ قربان کرونگا مگر ان کو اہمیت اور وضاحت کی غرض سے علیحدہ علیحدہ رکھا گیا ہے۔ مجھ پر یہ اثر ہے کہ جان اور مال کے بارے میں تو خدام کو وضاحت ہے اور ان کی توجہ بھی ہے۔ مگر عزّت اور وقت کے بارے میں توجہ کم ہے۔ اور عزّت قربان کرنے کے بارے میں تو وقت سے بھی کم توجہ ہے وقت بڑی قیمتی چیز ہے۔ دراصل وقت انسان کی سواری ہے جس پر وہ سفرِ زندگی طے کر رہا ہے اگر وہ اس سواری کو منزلِ مقصود کی طرف چلائے گا تو وہ ٹھیک پہنچے گا۔ لیکن اگر سواری منزلِ مقصود کی طرف نہ جائے تو وہ کبھی اپنی مطلوبہ جگہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ یا اگر سواری سوار کے کہنے پر نہ چلے یا اس کے قابو سے نکل جائے تو بجائے مفید ہونے کے اس کے لئے پریشانی اور مصیبت کا باعث اور وبالِ جان بن جاتی ہے۔ موٹر چلتی چلتی رک جائے یا سائیکل کیچڑ میں دھنس جائے یا گھوڑا اڑ جائے تو کیسا عذاب بن جاتا ہے پھر اگر سواری

چلتی بھی رہے لیکن سست رفتار سے چلے۔ تو گھنٹوں کا سفر دنوں میں نہیں ہوتا۔ پس اس بات کو دل میں بٹھالیں۔ کہ وقت آپ میں سے ہر ایک کی سواری ہے۔ جس پر آپ نے زندگی کا سفر طے کرنا ہے چاہے تو اسے مفید کام میں لگالیں چاہے تو اسے ضائع کر دیں۔ دوسری سواریاں تو پھر بھی بگڑ کر ٹھیک ہو جاتی ہیں مگر وقت کی سواری جب ایک دفعہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر کبھی ہاتھ نہیں آتی۔ لہذا آپ اپنے دل میں محاسبہ کریں کہ کیا آپ کا وقت ایک سست رفتار گڈا ہے یا تانگہ ہے یا سائیکل کی طرح اس کی رفتار ہے۔ کیا وہ ٹوٹی پھوٹی پرانی موٹر ہے یا آجکل کی سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر اور یا پھر ہوا سے باتیں کرنے والا ہوائی جہاز ہے۔ آپ جیسے چاہیں، ویسی سواری رکھ سکتے ہیں اس کی کوئی قیمت نہیں دینی پڑتی۔ کہ صرف امراء لے سکیں۔ ہر شخص اسے رکھ سکتا ہے۔ صرف اولو العزمی، نیت اور توجہ کی ضرورت ہے آپ چاہیں تو سست رفتار گڈے میں بیٹھ کر دنیا کے چند شہر دیکھ لیں۔ اور چاہیں تو چاند گاڑی میں بیٹھ کر زمین سے بھی اوپر نکل جائیں میں تو یہی گذارش کرونگا۔ کہ اپنے وقت کو ایک تیز رفتار گاڑی بنائیں۔ اور اسے ہوائے نفس پر نہ چھوڑیں کہ وہ بے قابو ہو کر کہیں ٹکرا جائے بلکہ اسے اپنے قابو میں رکھیں اور جدھر چاہیں، اُدھر چلائیں۔ پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں کیسی برکت عنایت فرماتا ہے۔

عزت بڑی پیاری چیز ہے۔ اللہ خود مالک عزت ہے اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور یہ اس کا منشاء ہے اور آپ کے عہد میں واضح ہے۔ کہ فرد کی عزت قومی یا ملکی یا ملی مفاد سے اگر ٹکرا جائے۔ خود اسے اپنی عزت قربان کر دینی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں اس طرف توجہ کم ہے یا اس کی پوری وضاحت نہیں۔ کہ یہ مواقع کب اور کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ قرآن اور احادیث کے مطالعہ سے تقابل کا بہت سا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً غیر متقی کے مقابل متقی زیادہ معزز ہے۔ بڑے کے مقابل میں چھوٹے کی عزت چھوڑی جاتی ہے۔ عالم کے مقابل پر جاہل کی کوئی عزت نہیں اسی طرح اور تفصیلی ہدایات نکالی جاسکتی ہیں میری درخواست ہے کہ اس بارہ میں غور کر کے نکالیں۔ کہ وہ نسبتی درجات کیا ہیں، اور پھر بڑی کے مقابل پر چھوٹی عزت آجائے تو چھوٹی کو قربان کر دیں۔

ان چند الفاظ کے بعد میں دعا کے ساتھ اس تربیتی کلاس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ایام میں اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوجوانوں کی ذمہ داریاں

از قلم مولانا ظہور حسین صاحب مبلغ بخارا

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

انسانی زندگی عموماً تین دوروں سے گذرتی بچپن - جوانی اور بڑھاپا - بچپن کا زمانہ چونکہ ابتدائی زمانہ ہوتا ہے اور اس کی نشوونما بھی صحیح معنوں میں نہیں ہوئی ہوتی - اور عقل اور سمجھ ناقص ہوتی ہے - اس لئے وہ ان ذمہ داریوں کو جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر ڈالی ہیں - ادا کرنے سے قاصر ہوتا ہے.

اور ایک زمانہ انسان پر بڑھاپے کا آتا ہے جبکہ اس کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور انسانی جسم ضعیف اور ناتوان ہو جاتا ہے اور اگرچہ اس کی روح چاہتی ہے کہ وہ قربانیاں اور اعمال صالحہ اعلیٰ پیمانے پر بجا لائے. لیکن اس کا کمزور اور ناتوان جسم اس کا ساتھ نہیں دیتا. اس لئے وہ ایسے عظیم الشان کاموں سے بوجہ ضعف اور بڑھاپے کے ادا نہیں کر سکتا -

تیسرا دور انسان پر جوانی کا ہوتا ہے جب اس کے قویٰ اور اس کی استعدادیں آہستہ آہستہ ترقی کر کے پورے طور پر نشوونما پا جاتی ہیں اور اس کی عقل و سمجھ میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے - اس وقت وہ پورے طور پر اس بات کا اہل ہوتا ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر عائد ہوتی ہیں ان کو ادا کر سکے - اور اپنی زندگی کے اصل مقصد کو جو مذکورہ بالا آیت میں بتایا گیا ہے صحیح رنگ میں ادا کرے - چنانچہ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہ میں نے ہر خاص و عام انسان کو خواہ وہ غریب ہو یا امیر - رعایا ہو یا بادشاہ اور وہ کسی خطہ میں رہنے والا ہو - اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرے -

عبادت کے معنی :- حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے. عبادت کے معنی ہیں کامل درجے کی فروتنی تذلل اور انکسار اور عجز کہ جس سے بڑھکر متصور نہ ہو سکے یعنی انسان اللہ تعالیٰ کے لئے پورے عجز اور فروتنی کے ساتھ جھک جائے - یہانتک کہ آہستہ آہستہ اس کی ساری خواہشات اور اس کے جذبات پر موت وارد ہو جائے - اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو ایک نئی زندگی عطا کرے - اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فداہ امی و ابی فرماتے ہیں -

وجدتُ حیاۃ قلبی بعد موتی
وعادت دولتی بعد زوالی

مَیں نے پائی اپنے دل کی زندگی اپنی موت کے بعد

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا ہونے کے بعد اور میری ساری دولت زائل ہونے کے بعد لوٹ آئی۔ پس پہلا فرض ایک نوجوان پر یہ ہے کہ اپنی اس زریں زندگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے خالق کو پہچانے اور اس کی عبادت پورے خلوص اور شوق کے ساتھ بجا لائے۔ یہاں تک کہ اس کے دل میں ایک نور پیدا ہو جائے اور دل سے نکل کر انسان کے تمام اعضاء اور جوارح پر اثر انداز ہو۔

دوسرا فرض اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرض کیا ہے۔ "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ"۔ چنانچہ اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ؎

ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

پس دوسرا فریضہ اس پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے یعنی وہ تبلیغ اور اشاعت احمدیت میں مستعدی کے ساتھ حصہ لے۔ جیسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو۔

یہ عظیم الشان فریضہ ایسا اہم فریضہ ہے کہ کہ جس کو نشأۃ اولیٰ میں صحابہ نے سمجھا اور وہ خطۂ عرب سے نکل کر دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے اور تھوڑے سے عرصہ میں اسلام کی دولت سے اکناف عالم کو مالا مال کر دیا۔ یہ چیز اس آخری زمانہ میں بند ہو چکی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ضعف اور اختلال پیدا ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے محروم ہو گئے تھے۔ جس کے نتیجہ میں مخالفین اسلام خصوصاً مسیحیوں نے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے اسلام پر وہ عظیم الشان حملے کئے کہ لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی جماعت میں پھر تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام کا عظیم الشان جذبہ پیدا کیا اور آج اکناف عالم میں ہماری جماعتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور لاکھوں انسانوں کو پھر احمدیت اور اسلام میں اللہ تعالیٰ نے داخل کیا ہے۔

پس ہر نوجوان کا فرض ہے کہ ایک طرف وہ اپنے نفس کی اصلاح یعنی صحیح طور پر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو اور اسی سے مدد و نصرت چاہتا ہو اپنے دل میں ایک عظیم الشان جوش اور عزم پیدا کر کے فریضہ اشاعتِ اسلام ادا کرے۔

تیسری ذمہ داری نوجوانوں پر یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ الامام

(باقی صہ پر)

حضرت امام ایدہ اللہ کی مجلسِ علم و عرفان

(سے متاثر ہو کر)

از جناب فیض عالم خانصاحب فیض چنگوی - کراچی

غمِ دیں میں دلِ مضطر، دھڑکتے دل کو دیکھا ہے
تجھے اے ساقیا ہم نے تری محفل کو دیکھا ہے

گئے ماضی کی میٹھی داستانیں، حال کے نقشے
تری محفل کے آئینے میں، مستقبل کو دیکھا ہے

مَیں کیسے حق پرستو! چاندنی کو تیرگی کہہ دوں
ستاروں کو سیاروں کو مہِ کامل کو دیکھا ہے

یقیں کی منزلوں تک ہر قدم پر اپنی آنکھوں سے
ہوا ہوتے ہوئے اندیشۂ باطل کو دیکھا ہے

تڑپ کر ناخدا کو جب کبھی ہم نے پکارا ہے
رُخِ طوفاں میں موجوں میں رُخِ ساحل کو دیکھا ہے

مِری اشکوں کو تم اے مسکرا کر دیکھنے والو
ہر اک آنسو میں ہم نے اپنی خود منزل کو دیکھا ہے

مزاجِ گردشِ دوراں بدلنا کون مشکل ہے
تمہارے دید سے پہلے بڑی مشکل کو دیکھا ہے

درِ درویش کے آگے جھکے سلطان دیکھے ہیں
فقیروں کی گلی میں بادشہ سائل کو دیکھا ہے

محبت میں تری ہنس کھیل کر جانِ عزیز اپنی
تری مژگاں کے گھائل کو دلِ بسمل کو دیکھا ہے

وہ کیسے ہستیٔ لیلیٰ کو کہہ دیں وہم تھا کوئی
کہ جن آنکھوں نے محمل، ناقۂ محمل کو دیکھا ہے

وقارِ عشق، آدابِ محبت ہیں یہ جاں دے کر
بصد مشکل سرِ مقتل، رُخِ قاتل کو دیکھا ہے

زمانے میں اے فیض ہرگز سکوں پانا نہیں آساں
سکونِ زندگی دے کر سکونِ دل کو دیکھا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ادبی سرقہ کا الزام

قدیم شعراء کی عدالت میں

(مکرم مرزا محمد شفیق صاحب انور - شاہد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اپنی بے نظیر کتاب "اعجاز المسیح" تصنیف فرمائی تو علمائے وقت کو یہ چیلنج دیا کہ اگر وہ اس تفسیر کو انسانی عقل و دانش کا نتیجہ سمجھتے ہیں تو ایسی ہی ایک تفسیر فصیح عربی زبان میں لکھیں۔

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اسی کتاب کے سرورق پر بھی رقم فرما دیا۔

من قام للجواب وتنمر

فسوف یریٰ انہ تندم وتذمر

یعنی جو اس کا جواب لکھنے کے لئے تیار ہوا۔ اس نے عمل کرنے کی کوشش کی۔ وہ ضرور اپنی ندامت اور پشیمانی کا مشاہدہ کرے گا۔

علمائنے جواب کیا دینا تھا ان کا عجز تو پہلی کتب کا مقابلہ نہ کرنے سے ہی ظاہر ہو چکا تھا۔

ایک پیر صاحب نے جو اپنی علمیت کا بھرم یوں کھلتے دیکھا! تو اپنے مریدوں کو تسلی دینے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بلا سوچے سمجھے یہ اعتراض کر دیا۔ کہ آپ نے حریری کے بعض فقرات کا سرقہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعتراض کا مسکت جواب اپنی کتاب "نزول المسیح" میں دیا۔ آجکل پیر صاحب موصوف کے بعض حواری یہ اعتراض دُہرا کر اپنی "ساکھ" قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ ایسے تمام اصحاب کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ

اگر کسی مسلسل تقریر یا تحریر میں کسی دوسری کتاب کے کسی فقرے یا شعر سے توارد ہو جائے تو ایسا قلیل توارد خود ادباء کے نزدیک شک و اعتراض سے بالا ہے اور چونکہ طریق اقتباس کو فنون ادبیہ میں شمار کیا گیا ہے اس لئے یہ توارد مستحسن اور بلاغت کی ایک جزء ہے۔

بعض خبیث طبع انسانوں نے تو قرآن مجید پر بھی یہ الزام عائد کر دیا ہے۔ کہ آیت کریمہ

فاذا انشقت السمآء

فکانت وردۃ کالدھان

نعوذ باللہ امیۃ بن الصلت کے اس مصرع سے چوری کی گئی ہے۔ ؎

وان ام الارض ھارت وردۃ مثل الدھان

عیسائیوں کی طرف سے تو اس مکروہ الزام

کو ثابت کرنے کے لئے باقاعدہ کتب شائع کی گئی ہیں
حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ خود تہیدست
ہوتے ہیں وہ اپنے علمی افلاس کو چھپانے کے لئے
اس قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں اور
خود اس کوچہ سے ناآشنا محض ہوتے ہیں۔

قدیم ادباء و شعراء کے کلام میں اس قدر
توارد ہے کہ اس کی سینکڑوں مثالیں پیش
کی جا سکتی ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہر مشہور
شاعر پر بعض نادانوں نے سرقہ کا ہی الزام لگایا ہے

اور ایک صاحب نے تو اسی پر بس نہیں
کی کہ کسی ایک فقرہ کو سرقہ قرار دیں۔ بلکہ انہوں
نے علامہ زمان متنبیؔ (جو ایک مشہور شاعر ہے)
کے دیوان کے ہر شعر کے متعلق یہ ثابت کیا ہے
کہ وہ دوسرے شاعروں کے شعروں کا سرقہ ہے
لیکن کیا اس یاوہ گوئی سے متنبیؔ کی عظمت
پر کوئی حرف آتا ہے، ہرگز نہیں۔

درحقیقت لغت ایک بحر ناپیدا کنار ہے
جس کی نسبت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ "لا یعلمہ الا نبی"
یعنی اس کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جان سکتا۔

ادباء کی کتب میں جو پہلی عبارتیں یا اشعار
بلفظہا یا تھوڑے تغیر کے ساتھ آئے ہیں۔ ہم
ان کے متعلق سوائے اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے
کہ یہ توارد ہے۔

کیونکہ جو شخص فصیح و بلیغ عبارات پر مشتمل
کئی اشعار یا تحریرات پیش کر چکا ہے۔
اس کی نسبت چند فقرات کے توارد کی
وجہ سے سارق کا لفظ استعمال کرنا سراسر ظلم ہے
اور اس کی ثابت شدہ لیاقتوں کا انکار ہے۔

اور ایسے الزامات انہی لوگوں کی طرف
سے لگائے جاتے ہیں جو غبی محض اور نکتہ آفرینی
و نکتہ سنجی کی قوت سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔

ذیل میں اس توارد کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں

۱۔ زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر اُبی بن
ھمام العبسی کہتے ہیں:۔

ولست بھیابٍ لمن لا یھابنی
ولست اری للمرءِ مالا یری لیا
(دیوان الحماسہ ص ۱۱۳)

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے:۔

میں اس سے ڈر نہیں سکتا کہ جو مجھ سے نہیں ڈرتا
لحاظ اس کا کروں کیونکر کہ جو میرا نہیں کرتا

اس شعر کا لفظ بلفظ توارد حضرت امام
شافعیؒ کے شعر کے ساتھ بھی ملاحظہ فرما دیں۔
المجموعہ من النظم والنثر ص ۹۷۔

۲۔ اسی زمانہ جاہلیت کے ایک اور شاعر
انیف بن زبان بنی اسد بن خزیمہ کو مخاطب کر کے
کہتے ہیں۔

جمعنا لکم من حیّ عوفٍ و مالکٍ
کتائب یُردی المقرفین نکالُھا
لھم عجز بالرمل فالحزن فاللوی

وقد جاوزت حيّي جديس رعالها
وتحت نحور الخيل حرشف رجلة
تتاح لغرات القلوب نبالها
ابى لهم ان يعرفوا الضيم انهم
بنو ناتق كانت كثيرًا عيالها

(دیوان الحماسہ شائع کردہ المکتبۃ السلفیہ ص ۴۴)

ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

اے بنی اسد! ہم نے تمہارے لئے قبائل بنو عوف اور بنو مالک سے ایسے لشکر جمع کئے ہیں۔ جن کی عبرتناک سزا دو غلوں کو ہلاک کر دیگی وہ اتنے بڑے لشکر ہیں کہ ان کا آخری حصہ رمل حزن اور لوی نامی مواضع میں ہے اور ابتدائی حصہ جدیس کے دونوں قبیلوں سے آگے گزر گیا ہے۔ اور گھوڑوں کے سینوں کے نیچے ایسی ٹڈی دل پیادہ فوج ہے۔ جس کے تیر دلوں کے وسط میں لگنے کے لئے اندازہ کرکے بنائے گئے ہیں۔ وہ ذلت اور مظلومیت کے الفاظ سے ناآشنا ہیں۔ کیونکہ وہ بڑے جنتے اور ایک کثیر العیال عورت کے بیٹے ہیں۔

یہی چار اشعار بغیر ایک لفظ کی تبدیلی کے دیوان الحماسہ ص ۱۶۶ پر انیف بن حکیم کی طرف منسوب ہیں۔

۳- الغطمش الضبی لکھتے ہیں:-

الى الله اشكو لا الى الناس انني
ارى الارض تبقى والاخلاء تذهب
اخلاء لو غير الحمام اصابكم
عتبت ولكن ما على الموت معتب

(دیوان الحماسہ ص ۲۳۳)

ترجمہ:- میں لوگوں کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکایت کرتا ہوں کہ میں زمین کو دیکھتا ہوں کہ وہ باقی ہے اور دوست جا رہے ہیں۔ میرے دوستو اگر موت کے علاوہ کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی تو میں ناراض ہوتا لیکن افسوس موت پر عتاب کا کوئی فائدہ نہیں۔

بنی شفرۃ بن کعب کے شاعر الغطمش کہتے ہیں

اقول وقد فاضت لعيني عبرة
ارى الارض تبقى والاخلاء تذهب
اخلاء لو غير الحمام اصابكم
عتبت ولكن ما على الدهر معتب

(دیوان الحماسہ ص ۲۷۱)

اب ان اشعار کا مقابلہ الغطمش الضبی کے اشعار کے ساتھ کرکے دیکھئے۔

پہلے شعر کا پہلا مصرع چھوڑ کر بقیہ تمام مصرعے لفظ بلفظ آپس میں ملتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ الغطمش بنی شفرۃ نے آخری شعر کے آخری مصرع میں "الموت" کی جگہ "الدھر" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۴- سلول بن مرۃ کا مشہور شاعر العجیر السلولی جس کو محمد بن سلام نے شعرائے اسلام کے طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے۔ لکھتا ہے:-

فتی قُدَّ قد السیف لا متضائل
ولا رَھِلٌ لباتہ و اباجلُہٗ

واذا نزل الاضیاف کان عذورًا
علی الحی حتی تستقبل مراجلُہٗ

(دیوان الحماسہ ص۲۴۰، ۲۴۱)

ترجمہ:- وہ ارادہ کا پکا تلوار کی طرح طویل القامت نوجوان تھا۔ مخالفوں سے دبنے والا نہ تھا اور نہ اس کے سینہ اور اطراف جسم کا گوشت بسبب موٹاپے کے ڈھیلا تھا۔ جب مہمان آتے تو وہ جلدی کھانا تیار کرنے کے لئے اپنی قوم پر سختی کرتا یہاں تک کہ اس کی دیگیں چولہوں پہ چڑھ جائیں۔

العجیر السلولی کے ان اشعار کا توارد لفظی مشہور اسلامی شاعرہ زینب بنت الطثریہ کے اشعار کے ساتھ ہے۔ صرف ان اشعار میں ایک جگہ "اباجلۃ" کی جگہ "اباد لۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (دیوان الحماسہ ص۲۷۵)

۵- ایک کلبی شاعر کہتا ہے:-

لحا اللہ دھرًا شرہ قبل خیرہ
ووجد الصیفی الی بعد معبد

(دیوان الحماسہ ص۲۸۲)

پہلے مصرع کا لفظ بلفظ توارد ایک اعرابی کے شعر کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ دیوان الحماسہ ص۲۵۵ شائع کردہ المکتبہ السلفیہ۔

۶- دیوان الحماسہ ص۸۸ پر ایک عرب شاعر کا ایک مصرع یہ درج ہے۔ ع

الا قالت العصماء یوم لقیتھا

لیکن اگلے ہی صفحہ پر ایک اور شاعر اسکو یوں لکھتا ہے

الا قالت الخنساء یوم لقیتھا

صرف نام کی تبدیلی ہے باقی مصرع لفظ بلفظ ملتا ہے

۷- اشعر الشعراء امراء القیس اپنے مشہور قصیدہ لامیہ میں لکھتا ہے۔ ع

یقولون لاتھلک اسیً وتجمل

(السبع المعلقات ص۳ شائع کردہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

سبعہ معلقہ کا ایک دوسرا شاعر عمرو بن العبد کبری کہتا ہے:-

یقولون لاتھلک اسیً وتجلّد

(السبع المعلقات ص۱۰)

ان مثالوں کو پڑھکر یا تو یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑیگی۔ کہ توارد سے سرقہ ہرگز لازم نہیں آتا۔ یا نعوذ باللہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امراء القیس، عمرو بن العبد کبری اور دوسرے تمام شعراء کو چور قرار دینا پڑے گا۔

بقیہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ

بچا کر حضرت ابوبکرؓ کو دیئے کہ یہ میں نے روز مرہ کے خرچ سے بچائے ہیں۔ اب مجھے شیرینی لا دیں۔ آپ نے روپے ہاتھ میں لئے اور فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے یہ روپے ضرورت سے زیادہ ہیں۔ لہذا یہ بیت المال کا حق ہے۔ آئندہ اتنے روپے کم وظیفہ ملے گا۔

وفات:- جنگ یرموک کے دوران آپ "مرض الموت میں مبتلا ہو گئے آپ کی بیماری، جمادی الثانی ۱۳ھ سے شروع ہوئی پندرہ روز علیل رہے اور ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو بعمر تریسٹھ سال وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

مسلمانوں کے پہلے خلیفہ - حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(سید شمشاد احمد صاحب ناصر - جامعہ احمدیہ)

تعارف:- آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی - کیونکہ آپ کو اونٹ پالنے کا بڑا شوق تھا جبکہ بکر - جوان اور سرخ اونٹ کو کہتے ہیں۔

آپ وہ بزرگ ہستی ہیں جنہیں فخر دو عالم سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت، اعانت، رفاقت، نصرت، حمایت اور آپ کے بلند و برتر نصب العین کی اشاعت کا فخر حاصل ہوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صدیق کے لقب سے ملقب فرمایا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ہمارے پیارے آقا کوہ اُحد پر حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ تشریف لے گئے - اچانک اُحد کا پہاڑ ہلنے لگ گیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"اثبت احد فانما علیك نبی و صدیق و شہیدان"

(ترمذی جلد دوم)

آپ عام الفیل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے اس لحاظ سے آپ کی ولادت ۵۷۳ء میں ہوئی۔

قبول اسلام:- آپ کو سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا فخر حاصل ہے - چنانچہ تاریخ الخلفاء میں ایک روایت یوں آئی ہے۔

"ان ابا بکر اول من اسلم من الرجال و علی من اسلم من الصبیان و خدیجة من اسلمت من النساء"

آپ کے قبولیت اسلام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو بڑی تقویت پہنچی۔ کیونکہ آپ نے اپنا سارا مال اسلام کی راہ میں وقف کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان غلاموں کو جو قریش کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے تھے - آپ نے اپنی طرف سے رقم ادا کر کے ان کو آزاد کروایا۔ غلاموں میں سے حضرت بلالؓ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔

ایک اور امتیاز:- حضرت ابوبکر صدیق کو امت مسلمہ پر ایک یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کی غرض سے مکہ سے روانہ ہوئے۔ تو آپ اُنؐ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ آپ نے غارِ ثور میں تین دن تک آپؐ کے ساتھ قیام فرمایا۔

جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو دس اشرفیوں کے عوض ایک جگہ خرید کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

مسجد تعمیر فرمائی جس کو ہم مسجد نبویؐ کے نام سے
یاد کرتے ہیں۔ یہ اشرفیاں حضرت ابوبکرؓ کے مال سے
ہی ادا کی گئی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مدینہ میں رفیق کار
ہونے کے علاوہ مشیر خاص ہونے کا بھی فخر حاصل
رہا۔ آپ تمام جنگوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ آپ کی ہمیشہ
یہی خواہش رہتی تھی۔ کہ جو مال بھی میرے پاس
ہے وہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ چنانچہ جب
حضور کو ۹ھ میں مدینہ میں یہ خبر ملی کہ ہرقل شاہ
روم ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے
کی غرض سے آرہا ہے تو آپ نے لشکر کی تیاری
کا حکم فرمایا۔ اور مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ
کی تحریک فرمائی۔ حضرت عمرؓ گھر سے نصف مال
لے کر نکلے۔ اور دل میں سوچا کہ آج میں سب سے
بڑھ جاؤں گا۔ حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر
ہوئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ عمرؓ کچھ پیچھے بھی چھوڑ
آئے ہو۔ عرض کی۔ حضور نصف مال گھر چھوڑ
آیا ہوں اس کے بعد جب آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ
صدیق سے دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے جواب
دیا۔ "گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام چھوڑ
آیا ہوں"۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے
اپنے جی میں کہا کہ میں ابوبکرؓ سے کبھی بازی نہیں
لے سکتا۔

۹ھ میں جب مسلمانوں نے پہلا حج کیا تو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر آپ
کو امیر قافلہ یا امیر الحجاج مقرر فرمایا۔ اور اپنی بیماری
کے ایام میں امام الصلوٰۃ بھی مقرر فرمایا کرتے تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
بعد سب نے بالاتفاق آپ کو اپنا پہلا خلیفہ
منتخب فرمایا۔ جونہی آپ نے خلافت کی باگ ڈور
سنبھالی۔ فتنوں نے اپنا سر اٹھانا شروع کیا۔
چنانچہ چند قبائل کے سوا سارے عرب کے وہ تمام
قبائل جو ابھی اسلامی تعلیم سے مکمل طور پر واقف
نہ ہوئے تھے اور جن کے دلوں میں ایمان راسخ
نہ ہونے پایا تھا۔ مختلف اوہام و وساوس میں
مبتلا ہو کر متزلزل ہو گئے۔ بعض کہتے تھے کہ ہم
اسلام پر تو بدستور قائم رہیں گے۔ لیکن قریش
کی حکمرانی کو برداشت نہیں کر سکتے

بعض سرے سے اسلام ہی کو چھوڑ کر
کھلم کھلا ارتداد کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ اور
سب سے بڑا فتنہ مدعیان نبوت کاذبہ کا تھا۔
اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی۔ کہ ہر مدعی نبوت
کے ساتھ کثیر التعداد فوجیں موجود تھیں لیکن
اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو وہ حوصلہ
عظیم و عزم صمیم عطا فرمایا اور ایسی ہمت و
استقامت بخشی تھی۔ کہ ان ہولناک حالات کے
اچانک سامنے آجانے پر بھی آپ کے پائے استقلال
میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی

میں طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن
مدینے پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا تھا۔ جب
حضورؐ وفات پا گئے تو اس نے ۲۰ ہزار کا لشکر
جرار لے کر مدینہ کی طرف چلنے کا قصد کیا۔ اور سرزمین
نجد میں طَے کے ایک چشمہ "بزاخہ" پر پہنچ کر خیمہ زن
ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید بھی ایک ہزار مجاہدوں
کے ساتھ طلیحہ کے مقابلہ میں آئے۔ چنانچہ طلیحہ
پر ایسی ہیبت طاری ہوئی۔ کہ وہ شام کی طرف
بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ جہاں کچھ عرصہ کے
بعد ایمان لے آیا۔ اور مرتے دم تک اسلام پر قائم
رہا۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جو کہ
حضور کی وفات سے قبل یمن میں "عنس" قبیلے کے
ایک کاہن اسود نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور یمنی
بدوؤں کی بہت بھاری جمعیت پیدا کر لی تھی الغرض
بڑے بڑے ہیبت ناک فتنوں نے آپ کے عہد
میں سر اٹھایا۔ لیکن اس نازک وقت میں آپ نے
دین کی وہ خدمت انجام دی۔ جنہوں نے اسلام کو
دوبارہ زندگی بخشی۔ آپ نے نہایت ہی ہمت
جرأت، استقلال سے باغیوں کا اور فتنہ انگیزوں
کا اس وقت تک مقابلہ کیا۔ جب تک یہ فتنہ ختم
نہ ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد یعنی
مدعیان نبوت، مرتدین عرب، منکرین زکوٰۃ،
اور منافقین کے جھگڑے ختم کر کے تمام مسلمانوں پر
احسان عظیم فرمایا۔ لیکن اس سے بھی بڑا ایک احسان
یہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید جمع کروا دیا۔ جس سے
یہ کتاب مقدس ابد الآباد تک تحریف و تبدیلی سے
محفوظ ہو گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرما چکے تھے۔

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔"

قرآن مجید کی کتابت کا اہتمام عہد نبوت ہی سے
جاری تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے
مشورہ دینے پر متفرق قرآن مجید کو یکجا کر کے کاغذ
پر لکھوایا۔

اسی طرح قرآن پاک جو مختلف صحیفوں، چمڑہ کے درقوں
ہڈیوں، کھجور کے پتوں اور لوگوں کے سینوں میں
موجود تھا۔ اور یہ تمام صحیفے جو لوگوں نے لکھ کر اپنے
پاس رکھے ہوئے تھے۔ حضرت زیدؓ نے جمع کر کے
حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور یہ
صحیفے ان کے پاس رہے۔ اور پھر وفات کے بعد
حضرت عمرؓ کے پاس منتقل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے
بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ (بنت حضرت عمرؓ)
نے اپنے پاس رکھ لئے جہاں سے حضرت عثمانؓ
نے منگوا کر اور مصحف نقل کروائے جن کی تعداد
سات بیان کی جاتی ہے۔ یہ نسخے مکہ، شام، یمن
بحرین، بصرہ اور کوفہ بھیجے گئے اور ایک نسخہ
مدینے میں محفوظ کر لیا گیا۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن)
ماخوذ از سیرت ابوبکر صدیق ص ۲۹

تعداد ازواج:- حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچ شادیاں کیں۔ ازواج کے نام درج ذیل ہیں:-

۱- اُمّ بکر۔ آپ مشرکہ تھیں حضور نے ہجرت سے قبل ان کو طلاق دے دی۔

۲- اُمّ اسماء۔ یہ بھی مشرکہ تھیں اور آخر دم تک مشرکہ رہیں۔

۳- امّ رومان:- خاندان فراس سے تھیں حضرت عائشہؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ انہی کی اولاد ہیں۔

۴- حبیبہ بنت خارجہ:- حبیبہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے وقت حاملہ تھیں اور آپ کی وفات کے بعد ان کے بطن سے ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۵- اسماء۔ یہ عمیس کی بیٹی تھیں۔ محمد بن ابی بکر ان کے بطن سے تھے۔

مقام:- بلاشبہ آپ کا مقام صحابہ میں سب سے بلند تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ کی ذات بابرکات تھی۔ چنانچہ آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ نے آپ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص کون ہے تو آپ نے فرمایا۔ "ابوبکر" (صحیح بخاری جلد دوم)

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے وہب السوائی سے دریافت فرمایا۔ رسول اللہ کے بعد امت کا بہترین آدمی کون ہے انہوں نے کہا آپ ہی ہیں یا امیر المومنین۔ فرمایا۔ نہیں۔ اس امت کے نبی کے بعد بہترین آدمی ابوبکرؓ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد اوّل) (ماخوذ از سیرت ابوبکر صدیق صفحہ ۹۴)

اخلاق:- آپ کے اخلاق فاضلہ بہت ہی بلند تھے ہمیشہ عجز و انکساری اختیار کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا کبھی کسی کی غیبت نہ کی تھی۔ توکّل علی اللہ پر پوری طرح گامزن تھے۔ اور آپ جب نماز کی ادائیگی کیلئے کھڑے ہوتے تو آپ پر محویت و استغراق کا عالم طاری ہوتا۔ سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں:-

وَ کَانَ ابوبکر لَا یَلْتَفِتُ فِی صَلٰوۃ

بُت پرستی سے شروع ہی سے نفرت کرتے تھے اور اسی طرح باوجود زمانہ جاہلیت میں شراب کا عام رواج تھا اور ہر کس و ناکس استعمال کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے اہالیان عرب بیسیوں برائیوں اور بیہودگیوں میں ملوّث رہتے تھے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تمام عمر اس ام الخبائث سے تنفر اختیار کیا۔

تعبیر الرؤیا سے بھی آپ بہت حد تک واقفیت رکھتے تھے چنانچہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں۔

"کان ابوبکر اعبر ھٰذہ الامۃ
بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

(ماخوذ از سیرت ابوبکر صدیقؓ صفحہ ۱۰۲)

کفایت شعاری:- کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کسی بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی۔ فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں انہوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں خرچ سے کچھ بچالوں۔ فرمایا۔ ہاں اجازت ہے۔" چند دنوں کے بعد انہوں نے کچھ روپے

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

شفقت علیٰ خلق اللہ

از ملک رفیق احمد صاحب سعید (شاہد) ربوہ

معاشرہ میں زندگی گذارتے وقت ہر انسان پر بعض ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کو اچھی طرح نبھانے کے نتیجہ میں ہی امن وامان اور اطمینان کی فضا برقرار رہ سکتی ہے۔ جس طرح ہر فرد کا حق ہے کہ وہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے تگ ودو اور جدوجہد کرے، اسی طرح ہر غریب انسان کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کے لئے پرامن فضا میں کوشش جاری رکھے۔ اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے بہت سی تحریکیں پیدا ہوئیں جنہوں نے غرباء کو حقوق دلانے کے لئے علمی، لسانی، کوششوں کے ساتھ عملی طور پر اس طبقہ کے لئے پرامن زندگی کے سامان مہیا کرنے کی ایک حد تک کوشش کی۔

اسلام رب العالمین کا پسندیدہ دین ہے۔ اس نے جس طرح امراء کے حقوق کو قائم کیا اسی طرح غرباء کو بھی زندگی گذارنے کے لئے بہت سے حقوق دیئے۔ اس کے اصول کی بنیاد انسانیت پر ہے۔ انسان ہونے کی حیثیت سے امیر، غریب، کالے گورے سرمایہ دار اور مزدور میں کوئی فرق نہیں ہے اور ایسے اصول بتائے ہیں جن پر عمل کرنے کے نتیجہ میں ہی صحیح امن وامان قائم رکھنے والی فضا قائم رکھی جا سکتی ہے مثلاً جس صاحب مال کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے متمتع کیا ہے اس کو یہ نصیحت کی کہ اگر تم میرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اپنے مال میں سے غرباء کے حقوق کو پورا کرو۔ مال کے ذریعہ، غمخواری کے ذریعہ، جذبات کے ذریعہ اور مناسب وقت پر مناسب حال تدابیر کے ساتھ جیسے ایک جگہ فرماتا ہے:۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔

کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے والے لوگ اس کی محبت کے حصول کے لئے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

دنیا میں ایک طبقہ ایسا ہے جسے دو وقت کا کھانا بھی میسر نہیں آتا۔ کچھ لوگ تو مجبور ہیں مثلاً ایک شخص کی جسمانی حالت ایسی ہے کہ وہ اس قابل نہیں کہ محنت سے اپنا پیٹ پال سکے۔ یا ایسا کام نہیں مل رہا جس کو کرکے وہ اپنے اور بچوں کے گذارہ کے لئے کوشش

کر سکے۔ یا کوئی ایسا حادثہ پیش آ گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا مال و دولت تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ اور اب وہ اس قابل نہیں رہا کہ عزت اور اطمینان والی زندگی حاصل کر سکے۔ وجہ خواہ کوئی ہو۔ بہرحال یہ بات درست ہے کہ ایک طبقہ ایسا ضرور موجود ہے جس کے پاس زندگی گذارنے کے وسائل موجود نہیں اور اس کے نتیجہ میں بے اطمینانی اور پریشانی کی فضا پیدا ہوتی ہے اس پریشانی اور بے چینی کا علاج کیا ہے؟ آیا مالداروں کے مال کو چھین کر غرباء کے حوالے کر دیا جائے۔

قرآن مجید کے ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ نے مومنین اور متقین کی یہ صفت بتلائی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں جیسے فرماتا ہے۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں

جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا کچھ دیا ہے تو اس کے جواب میں ہمارا ضمیر یہ جواب دیتا ہے۔ کہ ہمارا اپنا کچھ نہیں۔ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہوئی ہے تو اس صحت کو اس کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کیا جائے۔ مال دیا ہے تو وہ اس کی بتائی ہوئی راہ کے مطابق صرف کیا جائے۔ اولاد دی ہے تو صحیح رنگ میں اس کی تربیت کی جائے کہ وہ آئندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں شامل ہوں نہ کہ شیطان کے غلاموں میں۔ اگر علم دیا ہے تو وہ دنیا سے جہالت مٹانے اور دین حق کے غلبہ کے لئے خرچ کیا جائے۔ گویا ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضئ خدا

غرباء کی دیکھ بھال اور ان کے حقوق قائم کرتے ہوئے بتایا۔ کہ مالداروں کے مال میں سائل اور محروم دونوں کا حصہ نکالنا چاہیئے۔ اسی لئے رشتہ داروں، خواہ وہ قریبی ہوں، یا دور کے، دوستوں، دشمنوں سب کے لئے احکام نازل کئے کہ بحیثیت انسان کے تم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ کسی کے حقوق کو تلف نہ کرو۔ جیسے فرمایا۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (ذاریات ۲۰)

کہ ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حق ہے۔

صرف یہی نہیں بتایا کہ ان کا حق ہے بلکہ عملی طور پر اس کے لئے تدابیر کیں۔ اور (۱) زکوٰۃ فرض کی (ب) صدقہ و خیرات کی تلقین کی اور (ج) فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ کا حکم دے کر ذہنی طور پر ہر مسلمان کو ہر لحہ قربانیوں کے لئے تیار کر دیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ خدا تعالےٰ قیامت کے دن یہ فرمائیگا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑے نہ پہنائے اس کے جواب میں لوگ کہیں گے۔ اے رب العالمین! ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائیگا۔ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا۔ فلاں پیاسا تھا، فلاں کے پاس کپڑا نہ تھا لیکن تم نے اس کی ضرورت کو پورا نہ کیا۔ گویا تم نے میری ہی ضرورت کو پورا نہ کیا اس فرمان سے غرباء کے حقوق کو قائم کرنے والے کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص نے مدد کر کے خدا تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرلی۔ اور دوسرا اس حکم کی خلاف ورزی کر کے خدا تعالےٰ کی لعنت کا شکار ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اس کے لئے ہمیں خاص طور پر تحریک کی کہ کسی احمدی کے ہمسائے پر کوئی ایسی رات نہ آئے۔ کہ وہ بھوکا ہو۔ عملی طور پر یہ طریق اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ہم اپنے ہمسایوں سے ایسے تعلقات رکھیں کہ ہمیں ان کے حالات کا علم صحیح رنگ میں ہوتا رہے۔ اگر ہمارا ہمسایہ سوال کرنے سے ہچکچاتا ہے اور بھوک کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو اس صورت میں ہم مجرم ہوں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے بندے کا خیال نہ رکھا۔ ہمسائیگی کے حقوق کو پورا نہ کیا۔ اور ایک جان کو ضائع کر دیا۔ اگر ہر مسلمان اس بات کا عہد کرلے کہ میں اپنے قریبیوں میں سے کسی پر بھوک کی مصیبت نہ آنے دونگا تو اس سے مانگنے والوں کو مانگنے اور سوال کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا۔ کہ تنگدستی اور غربت کی وجہ سے اس بات کا احتمال ہے کہ انسان کفر اختیار کرلے۔ شیطان ہر وقت انسان کو پھسلانے کی تگ و دو میں رہتا ہے جب صحیح حلال طریق سے روزی حاصل نہ ہو اور اس کے قریبی اس کا خیال نہ رکھیں، تو دوسرے ناجائز طریق کے استعمال کی طرف انسان راغب ہو جاتا ہے اور پیٹ کی آگ بجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں معاشرہ میں بہت سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا انجام خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور دنیوی لحاظ سے بھی تنزل ہوتا ہے۔

غرباء کی دیکھ بھال تملی کا طریق جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اشارہ کیا ہے کہ انسان کی تواضع اختیار کرنی چاہیئے۔ مہمان نوازی اور بشاشت کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور بخل، بدگمانی فضول خرچی جیسی بری عادتوں سے بچنا چاہیئے تا صحیح رنگ میں اس کے بندوں کی خدمت ہو سکے۔ اور ہم حقوق العباد کو ادا کرنے والے بنیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

"جو تبلیغی جماعتیں ہوتی ہیں ان کے لئے یہ بہت ضروری ہوتا ہے کہ وہ ساری قوموں سے حسن سلوک کریں - اور کسی کو بھی اپنے دائرہ احسان سے باہر نہ نکالیں تا تمام قومیں ان کی مداح بنیں پس وہ خدمت خلق کے کاموں میں مذہب و ملت کے امتیاز کے بغیر حصہ لیں - اور جماعت کے جو اغراض و مقاصد ہیں ان کو ایسی وفاداری کے ساتھ لیکر کھڑے ہو جائیں - کہ خدا تعالے کے رستہ میں ان کے لئے اپنی جان قربان کر دینا کوئی دوبھر نہ ہو" (الفضل ۱۰ جون ۱۹۳۸ء)

استقامت

(مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب ربوہ)

استقامت کے معنے ہیں کسی نیکی کا ارادہ کرکے اسے اختیار کرنا اور پھر اسے اختیار کرکے مسلسل اس نیکی پر قائم رہنا۔ انسانی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے پہلی شرط استقامت ہے جس کو مستقل مزاجی بھی کہتے ہیں۔ کئی بار ہم کسی نیکی کا ارادہ کرتے ہیں۔ پھر چند دن اسے اختیار کرکے چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم اپنی زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد سے دور چلے جاتے ہیں۔ خدا تعالے کے انبیاء ایک پختہ عزم لیکر کھڑے ہوتے اور ایک واضح مقصد ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ ایک بار عزم کرنے کے بعد وہ مسلسل اس مقصد کی تکمیل کے لئے کوشاں رہتے ہیں اس مقصد کی راہ میں خواہ انہیں کتنی ہی تکالیف پہنچیں۔ وہ ان تکالیف کی پرواہ کئے بغیر استقامت کی صفت کو اپناتے ہوئے اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔ اور دیکھتے دیکھتے کامیابی سے ہمکنار ہو جاتے اور اپنا مقصد حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ خواہ کسی کام کو شروع کریں۔ تعلیم کا ہو یا تجارت کا ملازمت کا ہو یا صنعت کا جب تک آپ اس کام کو پورے التزام اور استقامت کے ساتھ سرانجام نہیں دیتے آپ کامیاب نہیں

ہو سکتے۔ انسان کی زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کے
قرب کو حاصل کرنا ہے۔ اور اس مقصد کو حاصل کئے
بغیر کوئی شخص انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا
لیکن کیا یہ مقصد بغیر استقامت کے حاصل ہو سکتا
ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر معمولی معمولی کاموں کے
لئے پختہ عزم اور استقامت کامیابی کی شرط ہے
تو پھر کیونکر یہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ ہم قربِ الٰہی
کے عظیم الشان مقصد کو صرف خواہش اور ارادہ
سے حاصل کر لیں گے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے
کے لئے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے
احکامات کو پورا کرتے ہوئے ان تمام مجاہدات
اور ان تمام تقاضوں کو پورا کرتا چلا جائے۔ آخر
ایک دن آئے گا جب اس کے پُرخلوص مجاہدات
رنگ لائیں گے اور خدا تعالیٰ کے فرشتے ثُمَّ
اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ
کے حکم کی تعمیل میں اس پر نازل ہوں گے اور مقربین
الٰہی کے گروہ میں اسے شامل کر دیں گے۔ چند دن نمازیں
پڑھ لیں۔ اور تہجد اور نوافل ادا کئے اور پھر ایک
غفلت کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول کر اس کے
احکامات سے پشت پناہی اختیار کر لی جائے۔ تو
ایسی نیکیاں، استقامت عطا نہیں کرتیں۔ اور وہ نتائج
پیدا نہیں کرتیں جو استقامت سے کئے ہوئے
نیک اعمال پیدا کرتے ہیں۔ ہم احمدی نوجوان ہیں۔
ہمارے سامنے غلبہ اسلام کا ایک عظیم ترین مقصد ہے
جس کو ہم نے حاصل کرنا ہے۔ اس عظیم مقصد کو حاصل
کرنے کے لئے پختہ عزم حقیقی استقامت مسلسل دعاؤں
اور مجاہدات کی ضرورت ہے۔ دو دن دین کا کام
کیا اور پھر تھک کر بیٹھ گئے کیا اس رفتار سے ہم
اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں؟ بالکل نہیں۔
اس کے لئے مسلسل جدوجہد اور استقامت کی ضرورت
ہے۔ ہم دنیا میں کسی بھی مقصد میں کامیاب نہیں
ہو سکتے۔ اگر ہم میں استقامت نہ ہو۔ پس استقامت
نام ہے اس بات کا کہ جب بھی ہم کوئی کام خواہ وہ
دین کا ہو یا دنیا کا شروع کریں تو پختہ عزم کے ساتھ
غیر معمولی استقامت سے کام لیں۔ اس کام میں نہ
تھکیں نہ ہمت ہاریں۔ اور نہ ہماری ناکامیاں ہمیں
مایوس کریں۔ اور نہ ہی مشکلات ہماری راہ میں حائل
ہوں۔ ہم ان تمام باتوں سے لاپرواہ ہو کر اپنے
مقصد کو پانے میں مصروف عمل رہیں۔ اور استقامت
کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں ایسا کرنے سے یقیناً کامیابیاں
ہمارے قدم چومیں گی۔

پس آؤ آج عہد کریں کہ ہم اپنے اندر
ایک عظیم صفت جس کو صفتِ استقامت
کہتے ہیں۔ پختہ طور پر پیدا کرنے کی کوشش
کریں گے اور اس صفت کو اپناتے ہوئے دین و
دنیا میں مظفر و منصور اور کامیاب و کامران ہوں گے
انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو
حقیقی استقامت (ایسی استقامت جس سے تقدیریں
بدل جایا کرتی ہوں) اپنے فضل سے عطا فرمائے۔
آمین ٭

علمی سوال و جواب

ناہِ تبلیغ (فروری ۱۹۵۰ء) کے شمارہ میں اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ "خالد" میں علمی سوال و جواب کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے اس سلسلے میں بعض سوالات موصول ہوئے ہیں۔ ہمارے ایک بزرگ مکرم جمعدار فضل دین صاحب ربوہ نے اس سلسلے میں ایک سوال مع جواب ارسال فرمایا ہے جسے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ ——— (ادارہ) ———

سوال:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بزرگوار کا صحیح نام کیا ہے؟ جبکہ سورۃ الانعام کی نمبر ۷۴ کی آیت میں وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ آیا ہے اور مفسرین نے آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ قرار دیا ہے اور بائیبل کتاب پیدائش باب ۱۲۔ آیت ۲۶ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ "تارح ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام (ابراہیم) اور نحور اور ہاران پیدا ہوئے" کیا قرآن کا آزر اور بائیبل کا تارح دونوں آپس میں مترادف اور ہم معنی ہیں؟ اگر یہ دونوں مترادف اور ہم معنی نہیں ہیں۔ تو آپؑ کے والد کا صحیح نام کونسا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب پانے کے لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا صحیح نام آزر تھا یا تارح تھا۔ سب سے پہلے قرآن کریم کے الفاظ پر غور کرنا ضروری ہے۔ کہ

اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ۔

یہاں آزر کو ابراہیم کا اَب کہا گیا ہے۔ اور اَب کا لفظ صرف باپ کے لئے ہی نہیں بولا جاتا۔ بلکہ دوسرے بزرگوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مشہور روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ

يَا عَلِيُّ اَبِيْ وَاَبُوْكَ فِي النَّارِ۔

کہ اے علی باوجود میرا اور تیرا اَب (چچا) ہونے کے ابوجہل آگ میں داخل ہوا۔

پھر آزر چونکہ مشرک تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اَب چچا تھا۔ گو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے لئے دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر جب اللہ تعالےٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا۔ کہ وہ مشرک اور خدا کا دشمن ہے تو آپ نے دعا کرنے سے بیزاری کا اظہار کر دیا

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ

عَدُوٌّ لِّلّٰہِ تَبَرَّاَ مِنْہُ ۔
(التوبہ آیت ۱۱۴)

مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام دو بیٹے ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کعبہ بیت اللہ کی بنیاد رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ﷺ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ (ابراہیم۔ آیت ۴۱)

اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام والد کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اور تھے اور آپ (چچا) آزر اور تھا۔ نتیجۃً حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام تارح کی تصدیق ہوئی نہ کہ آزر جو بت پرست تھا۔ کسی بُت پرست کی اولاد (بیٹا) نبی نہیں ہوا۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بھی موحد اور خدا پرست ہی تھے۔ جبھی تو ان کا نام عبداللہ تھا۔ اور حضور کے خاندان میں آپ کے والد سے پہلے ہی توحید آچکی ہوئی تھی۔ جبھی تو آپ کے دادا نے آپ کے والد کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ ۔

(مہتمم تعلیم)

پروگرام ہفتہ تعلیم

جملہ مجالس اپنے ہاں مورخہ ۱۹ جون تا ۲۶ جون ۱۹۷۰ء ہفتہ تعلیم منائیں۔ تفصیلی پروگرام قائدین مجالس کی خدمت میں بھجوا دیا گیا ہے اس پروگرام کے بعض اہم حصے حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ تعلیم القرآن۔

ا۔ جماعتی نظام کے ماتحت جاری شدہ تعلیم القرآن کلاسز میں جملہ خدام کو شامل کیا جائے۔ جن مجالس میں کلاسز جاری نہ ہوں وہاں تعلیم القرآن کمیٹی کے ذریعہ کلاسز جاری کروائی جائیں۔

(ب) اس ہفتہ کے دوران ایسا معین منصوبہ بنایا جائے۔ جس کے ذریعہ جلد از جلد تمام خدام کم از کم ناظرہ قرآن کریم جاننے والے ہو جائیں۔

(ج) خدام کو ستر آیات مع ترجمہ یاد کرائی جائیں۔

۲۔ تعلیمی کلاس۔

اس ہفتہ کے دوران ایک تعلیمی کلاس جاری کیجائے جس میں (ا) خدام کو نماز باترجمہ یاد کرائی جائے (ب)

ہر خادم کو کم از کم ایک حدیث مع ترجمہ یاد کرائی جائے

(ج) حدیث کی کسی کتاب کا درس جاری کیا جائے۔

۳۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ا۔ خدام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا باقاعدہ مطالعہ کرنے کی تحریک کی جائے۔

ب:۔ اس ہفتہ کے دوران ہر خادم حضور علیہ السلام کی کتاب "کشتی نوح" سے ہماری تعلیم کا مطالعہ کرے

۴۔ مرکزی سالانہ امتحانات۔

ا۔ ہر خادم کو آگاہ کیا جائے کہ امسال مرکزی سالانہ امتحانات ۱۴ اگست ۱۹۷۰ء کو ہونگے۔

ب۔ خدام کی امتحان وار فہرست تیار کریں۔

ج۔ ہر مجلس کم از کم نصف خدام مبتدی کے امتحان میں شامل کرے۔

د۔ یہ جائزہ لیا جائے کہ خدام کو متعلقہ نصاب کی کتب دستیاب ہوں۔

(نصاب کی کتب بصورت سیٹ یا الگ الگ "حمید بک ایجنسیز ربوہ" سے خریدی جا سکتی ہیں)

ابتدائی دو امتحانات کا نصاب درج ذیل ہے:۔

مبتدی

قرآن کریم۔ یسرنا القرآن اور قرآن مجید ناظرہ۔ پہلا پارہ مع ترجمہ۔

زبانی یاد کرنے کا حصہ:۔ نماز باترجمہ اور قرآن کریم آخری تین سورتیں مع ترجمہ۔

حدیث۔ چالیس جواہر پارے۔

کتب سلسلہ۔ ہمارا رسول۔ سیرت مسیح موعود۔ احمدیت کا پیغام۔ احمدی اور غیر احمدی میں فرق۔

متقدم۔

قرآن مجید باترجمہ:۔ سورۃ آل عمران کے آخر تک

حفظ۔ سورۃ لہب۔ نصر اور کافرون معہ ترجمہ۔

حدیث۔ نبراس المومنین۔

فقہ۔ فقہ کے ابتدائی مسائل۔

کتب سلسلہ:۔ فتح اسلام۔ ایک غلطی کا ازالہ الوصیت۔ تین مسئلے۔ کتابچہ دینی معلومات (شائع کردہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

۵۔ اجلاس عام۔

اس ہفتہ کے دوران ایک اجلاس عام منعقد کیا جائے۔ جس میں درج ذیل عناوین پر تقاریر کروائی جائیں۔

ا۔ تعلیم القرآن کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے ارشادات اور ہماری ذمہ داریاں۔

ب۔ "وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار"

ج۔ خدام الاحمدیہ کے مرکزی امتحانات کی اہمیت اور ان میں شمولیت کی تحریک۔

۶۔ رپورٹ

ہفتہ کے اختتام پر پروگرام کے ساتھ ارسال کردہ فارم پر رپورٹ مرکز کو بھجوائی جائے۔

نوٹ:۔ بہترین کام کرنے والی مجالس کو سالانہ اجتماع پر سندات خصوصی دی جائیں گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام
ہفتہ اشاعت

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام یکم ہجرت (مئی) تا سات ہجرت (مئی) ۱۳۴۹/۱۹۷۰ کو ہفتہ اشاعت منایا گیا۔ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مندرجہ ذیل ۲۳ مجالس کو ہفتہ اشاعت منانے کی ہدایت فرمائی:-

کراچی - سرگودھا - لاہور - ماڈل ٹاؤن - گنج مغلپورہ - لائل پور - راولپنڈی - اسلام آباد - ڈرگ روڈ - سیالکوٹ - پشاور - ملتان - بہاولپور حیدرآباد - شیخوپورہ - گوجرانوالہ - ساہیوال - رحیم یار خاں - گجرات - میانوالی - جہلم شہر - نواب شاہ - محمد پارکر۔

ان مجالس کے خدام نے ہفتہ اشاعت کے دوران بھرپور تعاون فرما کر اس کو کامیاب بنایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس ہفتہ کے دوران ان مجالس کے خدام کے تعاون سے ۳۸۹ روپے کے اشتہارات موصول ہوئے۔ ماہنامہ خالد کے ۱۰۸ اور تشحیذ کے ۶۸ نئے خریدار بنائے گئے۔

ہفتہ اشاعت کی تفصیلی رپورٹ مندرجہ ذیل ہے:

۱- مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ:-

مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ خدا کے فضل سے بہت مستعد مجلس ہے اس مجلس نے ہفتہ اشاعت کے دوران ۵۰۰ روپے کے اشتہارات بھجوانے ہیں قریبا اشتہارات بھجوانے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس مجلس کی خریداری کا معیار اطفال و خدام کی نسبت کے لحاظ سے پہلے ہی بہت بہتر ہے۔ خالد کے خریدار ۷۰۔ تشحیذ کے خریدار ۴۵ ہیں۔

۲- مجلس خدام الاحمدیہ کراچی:-

ہفتہ اشاعت میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے ۵۹ خدام کو خالد کا اور ۲۱ اطفال کو ماہنامہ تشحیذ کا خریدار بنایا۔ اور پرانے خریداروں سے چندہ وصول کیا گیا۔ دوران ہفتہ ۳۸۰ روپے کے اشتہارات مرکز کو بھجوائے۔ جبکہ ماہ اپریل میں بھی مجلس کراچی نے ۱۸۰ روپے کے اشتہارات حاصل کر کے دیئے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ عمدہ مساعی ہے۔

۳- مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور:-

ماہنامہ خالد اور تشحیذ کے ۱۲-۱۲ نئے خریدار بنائے۔ اشتہارات اور خریداری بڑھانے کے سلسلہ میں ابھی کوشش جاری ہے۔

۴- مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن:-

ہفتہ اشاعت کے دوران مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن نے ماہنامہ خالد کے ۵ اور تشحیذ کے ۵ نئے خریدار بنائے۔ اشتہارات کے لئے کوشش جاری ہے۔

۵- مجلس خدام الاحمدیہ تھرپارکر:-
۴ خریدار خالد اور دو تشحیذ کے بنائے۔

۶- مجلس خدام الاحمدیہ رحیم یار خان:-
۵ خریدار خالد اور ۵ تشحیذ کے بنائے گئے

۷- مجلس خدام الاحمدیہ گجرات شہر:-
۲ خریدار خالد کے اور ۳ تشحیذ کے بنائے۔

۸- مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ:-
۷ خریدار خالد کے اور ایک تشحیذ کے لئے۔

۹- مجلس خدام الاحمدیہ پنڈی بھاگو:-
۳ خریدار خالد اور ۵ تشحیذ کے بنائے گئے

۱۰- مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا:-
پندرہ سابقہ خریداران خالد سے چندہ وصول کیا۔ خالد کے دس نئے خریدار بنائے۔ ۲۷ روپے اشتہارات کی رقم وصول کی دس خریدار تشحیذ کے لئے بنائے گئے۔ ۱۳ روپے کا نیا اشتہار حاصل کر کے دیا۔

۱۱- مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد:-
۲ خالد اور ۴ تشحیذ کے خریدار بنائے گئے۔

۱۲- ضلع لائلپور اور ضلع ملتان:-
ان ہر دو اضلاع کے قائدین مکرم خالد مسعود صاحب اور مکرم سید محمد انور صاحب ہاشمی نے انتھک کوشش کر کے خالد اور تشحیذ کی خریداری بڑھانے کی سعی کی ہے۔ اور ضلع لائلپور نے ضلع کی تمام مجالس کے نام خالد اور ضلع ملتان نے ضلع کی تمام مجالس کے نام خالد اور تشحیذ جاری کروا دیا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

دوسرے قائدین اضلاع بھی اپنے اضلاع کی مجالس کے نام خالد اور تشحیذ جاری کروا کر ممنون فرمائیں۔

دوسری مجالس سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے ہاں خالد اور تشحیذ کی خریداری بڑھانے کا اہتمام کریں۔ نیز صدر محترم کے ارشاد کے مطابق جن مجالس نے ہفتہ اشاعت منایا ہے اور رپورٹ نہیں بھجوائی۔ وہ جلد رپورٹ بھجوائیں۔ جزاکم اللہ۔

(مینیجر رسالہ خالد و تشحیذ الاذہان۔ ربوہ)

(بقیہ نوجوانوں سے خطاب)

جنۃ یقاتل من ورائہ" کہ امام وقت کے حکم اور منشاء کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا ہے۔ ہر تحریک جو مرکزِ احمدیت سے اُٹھے اس پر دل و جان سے لبیک کہے۔ خلافت اور امامت یہ ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ آج دنیا کی تمام اقوام اس سے محروم ہیں۔ اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو عطا کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں خلفاء کے ذریعہ سے اپنے دین کو مضبوط کروں گا۔ پس خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہنا اسی میں ہماری ترقی کا انحصار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کرے کہ ہم سب اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور عملی جامہ پہنائیں۔

فیض چنگوی

نظم

خدّامُ الاحمدیّہ کا لائحہ عمل

خادمِ دینِ نبی اے قوم کی رُوحِ رواں　　نام سے تیرے عیاں ہے کام تیرا نوجواں
لے کے چل اک جذبۂ نو سُوئے میدانِ عمل　　وقفِ تعمیرِ جہاں کر زیست کا اک ایک پل
اک نئے عنوان سے ہو ہر سحر کی ابتداء　　شام ہر اک دے رہی ہو کامیابی کی صدا
ایک جوشِ پاک دل میں ایک سوز و اضطراب　　اک نیا عزم و ارادہ اک مقدس التہاب
تیری ہر تدبیر میں ہو انصرامِ زندگی　　تیری ہر آواز گویا اک پیامِ زندگی
بن کے رہ جائے سبق آموز جس کی داستاں　　ہر نیا دن اک نیا بابِ ترقی نوجواں
زندگی سادہ ہو تیری اور سادہ پوششیں　　متحد عزم و ارادے متحدہ کوششیں
تو سمجھتا ہے اگر ہر چیز سے دیں کو گراں　　راہِ حق میں صرف کر دے اپنے لمحاتِ جواں
ہے اگر دل میں ترے کچھ غیرتِ دینِ قویم　　کر دے قرباں راہِ حق میں خود کو با قلبِ سلیم
مصلحِ موعودؓ کا فرمان رکھ پیشِ نظر　　خدمتِ مجموعی بھی اور انفرادی طور پر
یعنی بیواؤں، یتیموں، بیکسوں کی رکھ خبر　　اور بیماروں، غریبوں درد والوں پر نظر
کام جس کو عار سمجھیں ہاتھ سے کرنا عوام　　تم کو ہے کرنا وہی اے نوجواں ہاتھوں سے کام
نالیوں کی کر صفائی اور رستوں کو صفا　　پُر گڑھے کر دھو کے مٹی ٹوکری سر پر اٹھا
غور سے دیکھو اگر تو ہے یہ نکتہ رازدار　　ہے عمل ہی کی بدولت اہلِ یورپ کا وقار
فوجِ اسلامی میں شامل ہو کے پھر ہر نوجواں　　ہم سفر اور ہم ارادہ، ہم خیال و ہم زباں
اہلِ دنیا کو بتا دے نکتۂ باریک تُو　　وہ تو تحریکِ خدائی ہے جو پھیلے چار سُو
کام تیرا ہے خدا کی حکمتوں پر مشتمل　　تیرے ہاتھوں سے بنے گا اک نظامِ مستقل
جو قیامت تک چلے گا ہاں مسلسل سر بسر　　آ رہی ہے دیکھ وہ نصرت خدا کی غم نہ کر
پیدا کر لیکن رگوں میں غیرتِ دیں کا لہو　　روحِ ملی، دردِ قومی اور سچی جستجو
اپنی جسمانی و ذہنی طاقتوں کو بھی بڑھا　　علمِ دیں کو سیکھ خود بھی دوسروں کو بھی سکھا

ماہرِ علمِ حدیث اور عاملِ قرآن بن
یعنی دینِ مصطفےٰ کی اک نمایاں شان بن

جُرم کا اقرار کرلے ہوگئی ہے گر خطا
ہے تمہاری بہتری کے واسطے ہی تو سزا

جوشِ خالی کچھ نہیں چندہ و صدقہ و زکوٰۃ
گر نہیں پابند تو ارکانِ دیں صوم و صلوٰۃ

تو نہیں ایمان لانے سے فقط ایماندار
فیض گر نہ کرسکے اعمالِ صالح اختیار

تشنہ لبوں کو جام پلاتے ہوئے گئے

(مکرم سلیم الدین صاحب سیفؔ ۔ دُنیا پوری)

بگڑے ہوئے نصیب بناتے ہوئے گئے
لطف و کرم کے جام لٹاتے ہوئے گئے

صد مرحبا کہ وادیٔ افریقہ میں حضور
تفریق رنگ و نسل مٹاتے ہوئے گئے

آئی ہے آج جھوم کے صحراؤں میں بہار
ہر گام پہ وہ پھول لٹاتے ہوئے گئے

محفل میں آج تشنہ لبی کا نہیں ہے غم
تشنہ لبوں کو جام پلاتے ہوئے گئے

تھک کر جو رہ گئے تھے انہیں چین مل گیا
جو گر رہے تھے ان کو اٹھاتے ہوئے گئے

تکبیر کی صداؤں سے تھرا گئی زمیں
نغموں سے آسماں کو ہلاتے ہوئے گئے

پھیلے گا نورِ احمدِ مدنی کا دہر میں
شمع وہ ظلمتوں میں جلاتے ہوئے گئے

لوٹ آؤ میرے آقا کہ اب مضطرب ہے سیفؔ
فرقت کے زخم درد بڑھاتے ہوئے گئے

خدمتِ خلق — ایک اہم فریضہ

(مکرم ملک محمد لطیف صاحب سرور ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ شیخوپورہ)

۹ مئی اور ۱۰ مئی ۱۹۷۰ء کی درمیانی رات ۱۰ بجکر ۳۵ پر شیخوپورہ سے تین میل دور غازی منارہ ریلوے کراسنگ پر ایک ایکسپریس شٹل ٹرین اور ٹرک کے خوفناک تصادم میں سات افراد ہلاک اور چار شدید زخمی ہو گئے۔ اس دردناک حادثہ میں ٹرک ڈرائیور کے علاوہ ایک ہی خاندان کے چھ افراد جاں بحق اور تین نوعمر بچے شدید زخمی ہو گئے۔ ہماری اطلاعات کے مطابق وسن پورہ عمر الدین روڈ مکان ۵۰ لاہور کے ایک غیر از جماعت دوست محمد انور صاحب بھٹی جو کوٹ امیر شاہ میں اپنی زرعی زمینوں کی نگرانی کے لئے عارضی طور پر محلہ دارالیمن ربوہ میں رہائش پذیر تھے۔ ۹ مئی کی رات کو اپنے اہل وعیال اور گھریلو سامان کے ہمراہ واپس لاہور منتقل ہونے کے لئے پبلک گڈز ٹرانسپورٹ سرگودھا کے ٹرک نمبر LEE-2911 میں سفر کر رہے تھے اور ڈرائیور کے ساتھ اگلی نشست پر اپنے ڈیڑھ سالہ لختِ جگر طاہر کو گود میں لئے بیٹھے تھے۔ جبکہ دیگر افراد پچھلی نشست پر بیٹھے تھے۔ ۱۰ بجکر ۳۵ منٹ پر غازی منارہ ریلوے کراسنگ کو عبور کر رہے تھے کہ اچانک چوہڑ کانہ سے آنے والی ۲۰ ڈاؤن ریل گاڑی کی ٹکر سے خوفناک دھماکہ پیدا ہوا۔ جس نے ٹرک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ محمد انور صاحب بھٹی اور ان کے تین صاحبزادے اور کلینر غازی منارہ کے دیہاتیوں کی مدد سے ڈسٹرکٹ ہسپتال شیخوپورہ پہنچائے گئے۔ حادثہ کا منظر اس قدر جانگداز اور روح فرسا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بھٹی صاحب کے جسم کا دایاں حصہ بالکل کچلا ہوا تھا۔ اس لئے ہسپتال پہنچتے ہی دم توڑ گیا۔ ٹرک کے کلینر محمد حسین اور محمد انور صاحب بھٹی اور ان کے تین بچے محمد اصغر محمد اکبر اور ڈیڑھ سالہ محمد طاہر زخموں سے چور موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال میں موجود احمدی ڈاکٹر جناب امتیاز احمد صاحب نے فوری طور پر زخمیوں کی مرہم پٹی شروع کر دی اور اس امر کی اطلاع ہسپتال میں موجود احمدی نوجوان کمال پاشا کے ذریعہ مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ کو کر دی۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی جیب سے سفر خرچ دے کر کمال پاشا کو محمد انور صاحب بھٹی کے ورثاء کی تلاش کے لئے لاہور روانہ کر دیا۔

اس حادثہ کی اطلاع رات ساڑھے گیارہ بجے مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ کو پہنچا دی گئی

چنانچہ اسی وقت ملک نصیر الدین احمد اور ملک سمیع اللہ صاحب اپنی کار لے کر خاکسار کے پاس پہنچے۔ خاکسار نے جناب ناصر احمد صاحب عباسی ملک عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ کو فوری طور پر قائد صاحب ضلع شیخوپورہ مکرم جناب چوہدری عبدالسمیع صاحب کے پاس بھجوایا اور خود ہم ہسپتال پہنچ گئے۔ چوہدری عبدالسمیع صاحب فوری طور پر اپنی کار کے ذریعہ ہسپتال پہنچے رات بارہ بجے مکرم نصیر الدین صاحب ملک عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ و ملک سمیع اللہ صاحب اور ناصر احمد صاحب عباسی جائے حادثہ پر سامان کی حفاظت کے لئے کار پر پہنچ گئے جبکہ ملک عبدالقدیر صاحب ہسپتال میں زخمیوں کی دیکھ بھال پر مقرر تھے۔ خدام کو اپنی ڈیوٹی پر پہنچانے کے بعد چوہدری عبدالسمیع صاحب کے ہمراہ حضرت مکرم چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے ضلع شیخوپورہ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے۔ ان کو جملہ واقعات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ حضرت امیر صاحب ہمارے ساتھ رات ایک بجے کے قریب جائے حادثہ پر تشریف لے گئے۔ واپس ہسپتال آئے محمد اصغر کو جب ہوش آیا۔ تو اس کے عزیز و اقارب کے متعلق دریافت کیا۔ بچہ نے بتایا کہ ہمارا مکان وسن پورہ میں دانتوں والی دکان کے ساتھ ہے وہاں پر میری دادی اور پھوپھی رہتی ہے۔ اور کوئی مرد گھر پر موجود نہیں۔ یہ سنکر شدید تکلیف ہوئی۔ چنانچہ چوہدری محمد عبدالسمیع صاحب نے اس خیال کے پیش نظر کہ شاید کمال الدین رات کی تاریکی میں منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے اور اگر پہنچے بھی تو ورثاء کے لئے اس وقت گاڑی اور رشتہ داروں کو اطلاع وغیرہ کا انتظام کرنا اور تکلیف کا باعث ہوگا۔ فوری طور پر اپنی گاڑی پر لاہور جانے کا فیصلہ کیا۔ ہم چار بجے کے قریب محمد صدیق صاحب شاکر آف بھاٹی گیٹ لاہور کو ہمراہ لے کر وسن پورہ کے پریذیڈنٹ حلقہ کے پاس گئے۔ کمال الدین ہماری آمد سے پیشتر ہی مرحوم کے لواحقین کو اطلاع دے چکے تھے۔ بلکہ محمد انور صاحب بھتیجی مرحوم کی والدہ اور پھوپھی کو ساتھ لے کر گلبرگ گڑھی شاہو سے ہوتے ہوئے ان کے ہمراہ ۸ بجے واپس غازی منارہ پہنچ گئے۔ ہم نے مکان پر قفل دیکھا۔ تو پڑوس والوں کو بلانے کے لئے دستک دی۔ کافی دیر کے بعد انہوں نے مکان کے سوراخوں سے جھانکنا شروع کیا۔ ان پر واضح کیا گیا۔ کہ ان کے پڑوسی اس طرح حادثے سے دوچار ہوئے ہیں۔ اس لئے ہماری صحیح طور پر راہنمائی فرمائی جائے۔ تاکہ ہم لواحقین تک پہنچ سکیں۔ لیکن نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں ہماری کوئی مدد نہ کی۔ اسی اثناء میں سڑک پر کچھ چہل پہل شروع ہوگئی۔ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ تو

ان میں سے ایک سفید ریش بوڑھے جو کہ محمد انور صاحب بھٹی مرحوم کے بالمقابل رہتے ہیں۔ بتایا کہ محمد انور بھٹی مولوی محمد الدین صاحب کے صاحبزادگان میں سے ہیں۔ ہم نے ان سے بھی ان کے لواحقین کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں۔ پھر اس بزرگ نے بتایا کہ میں رات تین بجے تہجد کیلئے بیدار ہوا۔ تو مجھے چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ اس سے امکان ہے کہ ان تک ہم سے پہلے اطلاع پہنچ چکی ہے۔

بالآخر ہم واپس لوٹے۔ اس دوران میں مزید خدام اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہسپتال اور جائے حادثہ پر پہنچ چکے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔ رائے عبد القدیر صاحب، چوہدری عبد الرشید صاحب، منظور احمد صاحب، رائے شہادت علی صاحب، محمد عارف صاحب، محمد امین صاحب، عبد المتین صاحب۔ ان کے علاوہ چوہدری مقبول احمد صاحب اور حکیم ظفر الدین احمد صاحب نے انصار اللہ کی طرف سے نمائندگی کی۔ اور صدر لجنہ اہلیہ چوہدری مقبول احمد صاحب بھی جائے حادثہ اور پھر ہسپتال تشریف لائیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ نے زخمی بچوں اور کلینر کے لئے ناشتے کا انتظام کیا۔ مرحوم کے برادران مکرم نذیر احمد صاحب بھٹی انجنیئر سوئی گیس لائلپور محمد اقبال صاحب اور چوہدری محمد شریف صاحب بھٹی ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ انجنیئرز گلبرگ لاہور سے پہنچ گئے۔ خدام نے تمام اشیاء کی حفاظت کی اس کے بعد سامان کو یکجا کیا۔ بعد ازاں مرحوم کے بھائی نذیر احمد صاحب بھٹی کی درخواست پر فوری طور پر ٹرک کا انتظام کیا گیا۔ اور لاشوں کو نہایت ہی احسن طریقے سے ٹرک میں رکھ دیا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب نے جس محبت اور پیار اور انتہائی ہمدردی کے نمونہ کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے نہ صرف مرحوم کے لواحقین، بلکہ اہل شہر کے دلوں میں انسانی ہمدردی کی ایک نئی شمع روشن کر دی۔ ڈاکٹر صاحب نے کافی رات بچوں کی دلجوئی میں صرف کی۔ لاشوں کی روانگی کے وقت چوہدری محمد عبد السمیع صاحب نے مرحوم کے لواحقین کو مشورہ دیا۔ کہ آپ لاشوں کو دفنانے کے عمل سے فارغ ہو کر بچوں کو ہسپتال سے لے جائیں۔ آپ ان کے متعلق بے فکر رہیں۔ ہم ان کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کریں گے۔ کیونکہ بچے زخموں کی وجہ سے نڈھال ہیں۔ ان کی مناسب دیکھ بھال اس کڑے وقت میں آپ سے ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے اس قیمتی مشورہ کو قبول فرمایا۔ اور بچوں کو چھوڑ کر ۱۱ بجے لاہور روانہ ہو گئے۔

بعد ازاں مکرم قائد صاحب ضلع نے خدام کو انکے گھروں تک پہنچایا۔ اس کے بعد زخمی بچوں کی نگہداشت کیلئے خدام کو بھجواتے رہے۔ ۱۶ مئی کو مغرب کے قریب محترم جناب نذیر احمد صاحب بھٹی اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ ۲۹/۵

٭٭ مکرم جناب قائد صاحب موصوف کی قیامگاہ پر حاضر ہوئے اور جماعت احمدیہ کی تنظیم اور ہمدردی کی روح کے جذبات سے لبریز [illegible]

ماہِ احسان (جون) کے چند اہم تاریخی واقعات

☜ ماہِ احسان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی طئے کے اسیروں کو حاتم کے ساتھ قومی نسبت کی وجہ سے از راہِ کرم آزادی بخشی۔ حاتم عرب کا مشہور سخی دل انسان تھا جس کی شہرت حاتم طائی کے نام سے آج تک قائم ہے۔

☜ ۵ر جون ۱۸۹۳ء وہ عظیم الشان مناظرہ ختم ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کے درمیان پندرہ دن تک جاری رہا۔ اس مناظرہ کی تفصیلات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے کتابچہ جنگِ مقدس میں درج ہو چکی ہیں۔ اسی مناظرہ کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبداللہ آتھم کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی فرمائی کہ "پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے"۔ چنانچہ یہ پیشگوئی حیرت انگیز طور پر پوری ہوئی۔

☜ جون ۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ "اتمام الحجۃ" تصنیف فرمایا۔

☜ ۱۵ر جون ۱۸۹۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "نور القرآن" کا پہلا حصہ تصنیف فرمایا۔

☜ جون ۱۸۹۷ء میں سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ختم قرآن کی مبارک تقریب منعقد ہوئی۔

☜ ۲۲ر جون ۱۸۹۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کے نام سے ایک زبردست مضمون لکھا۔

☜ ۱۸ر جون ۱۹۱۳ء سے اخبار الفضل جاری ہوا۔ یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خود تجویز فرمایا۔

☜ ۲۳ر جون ۱۹۶۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے احبابِ جماعت کو عرب بھائیوں کی مؤثر مدد کرنے کے لئے "پریذیڈنٹس عرب وار ریلیف فنڈ" میں دل کھول کر حصہ لینے کی تلقین فرمائی۔

(م۔ ک۔ د)

سترھویں مرکزی تربیتی کلاس کی تفصیلی رپورٹ

حسب معمول امسال بھی خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام مجلس خدام کی سترھویں تربیتی کلاس کا انعقاد عمل میں آیا جس کی تفصیلی رپورٹ پیش کی جا رہی ہے۔

(ادارہ)

تربیتی کلاس کے جملہ انتظامات کو بہتر سے بہتر بنانے کی غرض سے چند ہفتے قبل ہی جناب صدر مجلس نے مندرجہ ذیل احباب پر مشتمل ایک انتظامیہ مقرر فرما دی تھی:۔

مکرم عطاء المجیب صاحب راشد ناظم تعلیم۔ مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب ناظم نظم وضبط۔ مکرم محمد اسلم صاحب صابر ناظم خوراک۔ مکرم حمید احمد صاحب خالد ناظم رہائش وطبی امداد۔ مکرم محمد اسلم صاحب شاد منگلا ناظم حاضری۔ مکرم محمد شفیق صاحب قیصر ناظم عمومی۔ ان سب احباب نے نہایت تندہی سے کلاس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ

افتتاحی تقریب۔

تربیتی کلاس کی افتتاحی تقریب کا انعقاد بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۱۵ ہجرت ۱۳۴۹ھش بوقت ساڑھے پانچ بجے بعد نماز عصر خدام الاحمدیہ کے عظیم الشان ہال "ایوان محمود" میں ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت جناب صدر مجلس نے فرمائی۔

مکرم شمس الحق صاحب ربوہ نے تلاوت قرآن پاک نہایت عمدگی سے کی۔ مکرم شفیق احمد صاحب آف راولپنڈی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظم

ہے دست قبلہ نما لا الٰہ الا اللہ
ہے درد دل کی دوا لا الٰہ الا اللہ

بڑی خوش الحانی سے پڑھ سنائی۔ ازاں بعد مکرم ناظم صاحب اعلیٰ مرکزی تربیتی کلاس جناب سمیع اللہ صاحب سیال معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے رپورٹ پڑھکر سنائی جس میں آپ نے سترھویں تربیتی کلاس کے انعقاد کے سلسلہ میں انتظامات وغیرہ امور پر روشنی ڈالی اور کلاس کا نصاب مختصراً حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ اسی طرح آپ نے کلاس کے روزانہ پروگرام سے بھی حاضرین کو آگاہ فرمایا۔ اور گذشتہ چند سالوں میں خدام کی تربیتی کلاس میں شمولیت کا گوشوارہ بھی پیش فرمایا۔ ازاں بعد جناب صدر مجلس نے معزز مہمان مکرم سید داؤد احمد صاحب سابق صدر مجلس، پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ سے اس تربیتی کلاس کے افتتاح کی درخواست کی معزز مہمان نے اس موقعہ پر نہایت پرمغز خطاب

سے حاضرین کو نوازا (اس خطاب کا مکمل متن صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیے) ازاں بعد آپ نے دعا کے ساتھ سترھویں تربیتی کلاس کے افتتاح کا اعلان فرمایا۔

نمائندگی مجالس۔

گذشتہ سال حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے افتتاح کے لئے کم از کم ۱۰۰ مجالس کی نمائندگی کا ٹارگٹ مقرر فرمایا تھا۔ کیونکہ پیوستہ سالوں میں مجالس کی نمائندگی ۷۰ تک رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسی کی توفیق سے مجلس مرکزیہ نے نہ صرف گذشتہ سال یہ ٹارگٹ پورا کر کے حضور ایدہ اللہ کی خوشنودی حاصل کی۔ بلکہ امسال بھی ۱۳۹ مجالس کے ۲۱۷ نمائندگان کلاس میں شامل کر کے اپنے پیارے امام کی دعاؤں کے وارث بنے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجالس کی ضلعوار نمائندگی کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:۔

ربوہ ۱۰ مجالس کے ۱۹ نمائندے۔ جھنگ ۴ مجالس کے چھ نمائندے۔ سرگودھا ۲۴ مجالس کے ۲۹ نمائندے۔ لائل پور ۱۰ مجالس کے ۱۸ نمائندے۔ شیخوپورہ ۲۰ مجالس کے ۲۴ نمائندے۔ راولپنڈی ۴ مجالس کے ۷ نمائندے۔ سیالکوٹ ۹ مجالس کے ۱۵ نمائندے۔ لاہور ۸ مجالس کے ۱۸ نمائندے۔ گوجرانوالہ ۷ مجالس کے ۱۳ نمائندے۔ گجرات ۱۶ مجالس کے ۲۵ نمائندے۔ ملتان ۹ مجالس کے ۱۰ نمائندے۔ ساہیوال ۵ مجالس کے ۵ نمائندے

تھرپارکر ۳ مجالس کے ۴ نمائندے۔ رحیم یار خاں ۳ مجالس کے ۳ نمائندے۔ پشاور ۳ مجالس کے ۳ نمائندے۔ کراچی ۳ مجالس کے ۷ نمائندے اور مردان، کیمل پور۔ جہلم۔ مظفر گڑھ۔ ڈیرہ غازیخاں۔ بہاولپور۔ جیکب آباد۔ خیرپور۔ نواب شاہ۔ میرپور آزاد کشمیر میں سے ایک ایک نمائندہ کلاس میں شامل ہوا۔ ضلع شیخوپورہ کی مجالس کی نمائندگی سب سے زیادہ رہی۔

کلاس کے شب و روز:۔ یہ کلاس دو ہفتوں (۱۵ ہجرت تا ۲۹ ہجرت تک) کیلئے منعقد کی گئی تھی روزانہ کا مفصل پروگرام اور نصاب کے متعلق نوٹس "علمی مضامین" کے عنوان سے طبع کروا کر خدام میں تقسیم کئے گئے۔ پروگرام پر (سوائے چند ناگزیر تبدیلیوں کے ساتھ) بہت احسن رنگ میں عمل ہوتا رہا۔

نمازِ تہجد:۔ امسال پروگرام کو ترتیب دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ رات کو ۹ بجے کے بعد سب خدام سو جائیں۔ تاکہ نماز تہجد کی ادائیگی میں جاگنے کی دقت نہ ہو۔ چنانچہ خدام سوا تین بجے سے پونے چار بجے تک نہایت خشوع و خضوع سے باجماعت نماز تہجد ادا کرتے رہے اور اوسط حاضری بفضلہ تعالیٰ ۱۶۰ کے قریب رہی۔ نماز فجر کے بعد روزانہ قرآن مجید اور حدیث کا مولانا دوست محمد صاحب اور مولوی بشیر احمد صاحب شمس، قریشی مقبول احمد صاحب درس دیتے رہے۔ اور خدام انفرادی طور پر تلاوت قرآن پاک کرتے رہے۔

بہشتی مقبرہ میں اجتماعی دعا:۔ ہر جمعہ کے روز سب خدام تلاوت سے فارغ ہو کر بہشتی مقبرہ گئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا

اور دیگر بزرگوں کے مزاروں پر اجتماعی دعا کی گئی۔

اجتماعی ورزش:۔ مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب مہتمم صحت جسمانی اور مکرم محبوب احمد صاحب اور مکرم زبیر احمد صاحب کی زیر نگرانی سب خدام کو روزانہ صبح آدھ گھنٹہ باقاعدگی سے پی ٹی کروائی جاتی رہی۔

تدریس علوم دینیہ۔

روزانہ ۷½ بجے سے ۱۲ بجے تک دینی علوم کی تدریس کا پروگرام تھا۔ قرآن مجید (نصف پارہ اول) حدیث۔ فقہ۔ کلام۔ قواعد عربی اور ردّ عیسائیت کے علوم اساتذہ کرام نے خدام کو سبقاً سبقاً پڑھائے۔ کتب سلسلہ فتح اسلام۔ راز حقیقت ہمارا رسول۔ دینی معلومات۔ عظیم روحانی تجلیات کا مطالعہ خدام انفرادی طور پر کرتے رہے۔ ان تمام اسباق کے نوٹس "علمی مضامین برائے سالانہ تربیتی کلاس" کے نام سے چھپوا کر طلباء میں تقسیم کئے گئے۔ تا وہ خود بھی فائدہ اٹھائیں اور اپنی اپنی مجالس میں واپس جا کر دوسرے خدام کو بھی ان نوٹس کی مدد سے پڑھائیں علاوہ ازیں ہر خادم کو روزنامہ "الفضل" مطالعہ کیلئے مہیا کیا گیا۔ ہر خادم کو کتاب ہمارا رسول مجلس کی طرف سے خرید کر مہیا کی گئی۔ نصاب کی تمام کتب کا ایک ایک سیٹ خرید کر جملہ احزاب کو مہیا کیا گیا۔ آداب نماز چھپوا کر طلباء کو دیئے گئے۔

"کلام" کا نصاب علیحدہ طور پر چھپوا کر طلباء میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے ہی روز خدام کی معلومات کا ابتدائی تحریری ٹسٹ لیا گیا۔ اور آخر میں آئندہ سالوں میں بہتر شکل میں کلاس کے انعقاد کے سلسلہ میں طلباء سے ان کی آراء ایک پرچہ کی شکل میں حاصل کی گئیں۔

طبی امداد و شہری دفاع:۔ دینی علوم کے علاوہ طلباء کو فرسٹ ایڈ اور اصول حفظانِ صحت سے روشناس کروایا گیا۔ اور ملک کی ضرورت کے پیش نظر سول ڈیفنس کا تعارف بھی کروایا گیا۔

مندرجہ ذیل اساتذہ کرام نے اپنی دیگر مصروفیات کے باوجود قیمتی وقت اس کار خیر میں صرف کیا اور طلباء کو دینی علوم سے بہرہ ور کیا:۔

مکرم عطاء المجیب صاحب راشد۔ مولانا غلام باری صاحب سیف مکرم مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر۔ مولانا نور الحق صاحب انور۔ مولانا ابو العطاء صاحب۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر۔ مولانا محمد احمد صاحب ثاقب ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی۔ چوہدری مبارک مصلح الدین صاحب۔ مولانا نصیر احمد خان صاحب۔ مولوی مبارک احمد صاحب ساقی۔ مولوی داؤد احمد صاحب حنیف۔

تقاریر علماء سلسلہ:۔ دینی علوم کی تدریس کے علاوہ روزانہ سوا ۵ بجے سے ۶ بجے شام تک علمی موضوعات پر علماء سلسلہ نے مندرجہ ذیل تقاریر فرمائیں:۔

(۱) سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ مکرم قریشی کمال یوسف صاحب (۲) احمدیت پر اعتراضات کے جوابات مکرم مولوی محمد شفیع صاحب اشرف (۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے۔ مکرم عطاء المجیب صاحب راشد۔ (۴) اسلام اور تسخیر قمر۔ پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب

(۵) نظامِ خلافت کی اہمیت و برکات - پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب (۶) جماعت احمدیہ اور تبلیغ اسلام - مولانا شیخ مبارک احمد صاحب (۷) خلافت ثالثہ کی تحریکات مولوی دوست محمد صاحب شاہد (۸) الخیر کلّہ فی القرآن محترم مرزا عبدالحق صاحب امیر صوبائی - (۹) اشتراکیت کیا ہے - صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب - (۱۰) فضائل اسلام - مولانا ابوالعطاء صاحب (۱۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا دورہ مغربی افریقہ - مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی -

اس سلسلہ کے آخر پر محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے "احمدی نوجوانوں کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر مؤثر خطاب فرمایا۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کا ٹیپ ریکارڈ سنایا گیا۔ اور محترم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے بڑی [illegible] میں تبلیغ اسلام سے متعلق سلائڈز دکھا کر خدام کو ایمان افروز نظاروں سے محظوظ کیا۔ محترم صدر صاحب مجلس روزانہ رات کو سونے سے قبل طلباء کو شرفِ ملاقات بخشتے رہے اور ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اپنی قیمتی نصائح سے نوازتے رہے۔

کھیلیں :- امسال کھیلوں کا انتظام بہت دلچسپ رہا۔ روزانہ چھ بجے سے سات بجے شام تک ایوان محمود کے احاطہ کے علاوہ جامعہ احمدیہ کی گراؤنڈز میں باقاعدگی سے طلباء والی بال۔ نٹ بال۔ رنگ ٹینس۔ جمناسٹکس میں ذوق و شوق سے حصہ لیتے رہے۔ کھیل کے میدان بھی اسی طرح بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ جس طرح کہ پڑھائی کے وقت ہال۔

اجتماعی وقارِ عمل :- ۲۲ ہجرت کو سب خدام نے پورے نظم و ضبط کے ساتھ دو گھنٹے اجتماعی وقار عمل کیا امسال پابندیٔ وقت کا خاص خیال رکھا گیا۔ خدام کو سلسلہ کی خدمت کیلئے زندگی وقف کرنے کی تحریک کی گئی جس پر ۶ خدام نے لبّیک کہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے اور استقامت عطا فرمائے۔ وقف عارضی میں حصہ لینے کے لئے ۵۲ خدام نے فارم پُر کئے۔

حاضری :- مجموعی طور پر بھی نمازوں میں اور کلاس میں حاضری بہت خوشکن رہی۔ اوسط حاضری ۱۸۰ کے قریب رہی۔ نماز مغرب سب خدام مسجد مبارک میں ادا کرتے رہے اور بقیہ نمازیں ایوان محمود میں باجماعت ادا کی گئیں۔

امتحان :- کلاس کے آخر میں طلبہ کا تحریری امتحان لیا گیا۔ قرآن مجید۔ حدیث۔ کلام۔ فقہ۔ شہری دفاع۔ ردّ عیسائیت قواعد عربی۔ ذہانت۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حفظ کے نصاب کا امتحان لیا گیا۔ امتیاز حاصل کرنیوالے طلبہ کو انعامات دیئے گئے۔

امتحان میں شریک ہونے والوں کی تعداد - ۱۸۷
" پاس " " " - ۱۶۸
نتیجہ تقریباً ۹۰ فیصد رہا۔

مجموعی طور پر - اوّل - شیخ توقیر احمد - راولپنڈی
" دوم - شمس الحق - ربوہ
سوم - مجید احمد بشیر - ربوہ

نمائندگان کی خوش قسمتی تھی کہ کلاس کے ایام

میں ہی مرکز کے انتظام کے تحت ۱۹ ظہور ۱۳۴۹ھش کو جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ۲۷ ظہور ۱۳۴۹ھش کو جلسہ یوم خلافت منعقد ہوا اور انکو ان جلسوں سے بھی استفادہ کرنے کا موقعہ ملا۔

کلاس میں شامل ہونیوالے خدام نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اطاعت اور نظم اور ضبط کا اعلیٰ نمونہ دکھایا خدا تعالیٰ شامل ہونے والے سب خدام اور دیگر خدام کا ہمیشہ حافظ و ناصر ہو۔ انکے علم۔ تقویٰ۔ اطاعت میں ترقی دے۔ اور ان کو خلافت سے وابستگی اور جماعت کے اغراض و مقاصد کے لئے قربانی کے جذبہ کو بہت بڑھائے۔ اور ان کے لئے دین اور دنیاوی ترقیات کے دروازے کھولدے۔

الوداعی تقریب :-

دو ہفتے تک کامیابی کے ساتھ کلاس کے جاری رہنے کے بعد بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۲۹ ہجرت ۱۳۴۹ھش بوقت ساڑھے پانچ بجے شام الوداعی تقریب کا انعقاد عمل میں آیا۔ یہ تقریب بھی ایوانِ محمود میں ہوئی۔ خدام اور دیگر مہمانوں کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔ اس تقریب کے معزز مہمان حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ناظر اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ تھے تلاوت قرآنِ پاک مکرم قاری محمد صدیق صاحب نے کی اور نظم نونہالان جماعت سے خطاب مکرم شفیق احمد صاحب نے پڑھی۔ ازاں بعد ناظم اعلیٰ مکرم سمیع اللہ صاحب سیال معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے تربیتی کلاس کی رپورٹ پڑھکر سنائی ازاں بعد معزز مہمان حضرت قاضی صاحب نے امتیازات حاصل کرنیوالوں کو اپنے دستِ مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے اور خدام سے الوداعی خطاب فرمایا۔ آخر دعا کے ساتھ کلاس کا اختتام عمل میں آیا۔